3-7-2002

بیادِ امامِ اہلسنت مجددِ ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز

سہ ماہی ممبئی

افکار رضا

اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۱ء جلد ۷ شمارہ ۴ (۲۶) رجب المرجب تا شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

"اردو نعت کی ترویج و اشاعت میں ان کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ کسی ایک شاعر نے اردو نعت پر وہ اثرات نہیں ڈالے جو مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی نے۔ انہوں نے صرف یہ کہ اعلیٰ معیاری نعتیں تخلیق کیں بلکہ ان کے زیرِ اثر نعت کے ایک منفرد دبستاں کی تشکیل ہوئی۔ ان کی نعت گوئی کی مقبولیت اور شہرت نے دوسرے شاعروں کو نعت گوئی کی ترغیب دی۔ عاشقانِ رسول ﷺ کے لیے آج بھی ان کا کلام ایک موثر تحریک رکھتا ہے۔"

(ڈاکٹر ریاض مجید۔ "اردو میں نعت گوئی" ص ۱۴۸)



تحریک فکر رضا

۶۷۱، ڈم ٹکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۸ (انڈیا)

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

برصغیر میں فکر امام احمد رضا کا باوقار جریدہ

سہ ماہی ممبئی

افکارِ رضا

اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۱ء

جلد ۷ شمارہ ۴ (۲۶)

رجب المرجب تا شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

مدیر: محمد زبیر قادری

منیجر: محمد اسحٰق برکاتی

رابطہ کا پتہ: Address :

Tehreek-e-Fikr-e-Reza

167, Dimtimkar Road,

Nagpada, Mumbai - 400 008.

INDIA TEL : 343 98 63

Distributed in Pakistan By:

Markazi Majlis-e-Riza

P.O.Box: 2206, Lahore, Pakistan

Distributed in England By:

THE ISLAMIC TIMES

C/o. 138, Northgate Road,

Edgeley, Stockport, SK3 9NL

ENGLAND

فہرست

website: fikreraza.net

email: editor@fikreraza.net

پرنٹر پبلشر: محمد اسحٰق محمد عمر نے پرنٹ ٹاپ پرنٹنگ پریس 18، شنکر بلڈنگ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ 008 400 سے چھپوا کر دفتر 167، ڈمٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ 008 400 سے شائع کیا۔

اداریہ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا

سُپاری

ایک دفعہ تاجدار دو عالم ﷺ نے راستہ سے گزرتے ہوئے ایک اونٹ پر اپنا دستِ شفقت پھیرا تو اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اونٹ نے آپ ﷺ سے اپنا دُکھڑا سُنایا۔ حضور اپنے دستِ کرم سے اونٹ کی آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہیں۔ کیا تم نے دنیا کے کسی ایسے ریفارمر اور رہنما کو دیکھا ہے، جو جانوروں کے آنسو پونچھ رہا ہو۔ حضور رحمتِ عالم مالک کو بلاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ یہ اُونٹ تمہاری شکایت کررہا ہے کہ جب یہ جوان تھا تو بوجھ لادتے تھے اور کھانا بھی دیتے تھے مگر اب بوڑھا ہوگیا ہے بوجھ لادنے کے قابل نہیں رہا تو تم نے کھانا بھی بند کردیا ہے۔ تمہیں بھی بڑھاپا آتا ہے۔ اپنے بڑھاپے سے ڈرو اور اسے پوری خوراک فراہم کرو۔ آج کے بعد میں جانور کی آنکھوں میں بھی آنسو نہیں دیکھ سکتا......

جو پیغمبر جانوروں کی آنکھوں میں آنسو نہ دیکھ سکے اُس پیغمبر کے ماننے والے ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے پانچ ہزار مرنے والوں کی بیویوں، بیٹیوں اور بہنوں کی آنکھوں میں آنسو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ اسلامیت نہیں ہے اور ہم قطعاً اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ مگر بغیر کسی ثبوت کے کسی بھی ملک پر حملہ کرنا بھی بہت بڑی دہشت گردی ہے۔

تاریخ انسانیت کا ایک بدترین، سوچا سمجھا، منظم اور مہلک سانحہ ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ میں وقوع پذیر ہوا۔ اس واقعہ کی مذمت ضرور کی جانی چاہیے تھی کہ کسی بھی دھرم یا انسان کے نزدیک بے گناہوں کا خون بہانا اور بیجا نقصان پہنچانا روا نہیں سمجھا جاتا۔ بظاہر اس سانحے میں امریکہ کو شدید نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ میڈیا نے یہ بتایا کہ امریکہ کا اصل نقصان اس کی ساکھ اور بھرم کے ٹوٹنے سے پہنچا ...... سپر پاور ہونے کا بھرم، ناقابل شکست ہونے کا بھرم۔ دیگر نقصانات میں ہزاروں جانوں کا اتلاف اور امریکی معیشت کو جھٹکا ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ بین الاقوامی میڈیا نے جس طرح اس سانحے کو بار بار نمایاں سرخیوں میں رکھا بلکہ اب تک جاری ہے اس کا مقصد دنیا پر یہ باور کرانا تھا کہ دشمنوں نے کتنی منصوبہ بندی سے امریکہ پر حملہ کردیا اور دشمن اتنا خطرناک ہے کہ امریکہ جیسے سپر پاور سے بھی ٹکر لے سکتا ہے لہٰذا ضروری ہوجاتا ہے کہ اس کا قلع قمع کیا جائے۔ زمین ہموار ہوگئی تو امریکہ نے آگے بڑھنا شروع کردیا۔

لیکن ان سب کی آڑ میں جو منصوبہ تھا وہ اب تک ہنوز پوشیدہ ہی رہا۔ کیا امریکہ نے صرف ایک شخص کو مارنے کے لیے یہ سارا منصوبہ بنایا؟...... نام نہاد دانشور و منکرینِ اسلام جو مسلسل یہ پروپیگنڈہ کررہے ہیں کہ مجرم صرف امریکہ ہی ہے تو یہ سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اس جھوٹ کی آڑ میں اصل مجرم کو چھپایا جارہا ہے...... وہ ہے سعودی عرب۔ یہاں سعودی عرب سے ہماری مراد وہاں کی عوام نہیں، اس سے مراد نظریہ ہے...... یعنی وہابی ازم۔ سعودی حکومت کو جنم کس نے دیا؟ طاغوت نے۔ طاغوت اُس نظریہ کا

نام ہے جو ہمیشہ حق یعنی اسلام کے خلاف رہا ہے۔ امریکہ ہمیشہ سے ہی کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈتا رہتا ہے کہ مسلمانوں کو کسی نہ کسی طرح نیست و نابود کردے لیکن دنیا بھر کے مسلمانوں کی ناراضگی بھی مول نہیں لینا چاہتا۔ اس مقصد کے لیے اُس کو کوئی بنیادی وجہ تو درکار ہے تو وہ سعودی عرب فراہم کررہا ہے۔ آخر دشمن کو مارنے کیلئے کچھ وجہ تو ہو۔ اس کیلئے پہلے ماحول بنانا ضروری ہے۔

موجودہ دور کا یہ نیا حربہ ہے کہ خود کو مظلوم ظاہر کرنے کیلئے مصنوعی ڈرامہ کرکے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا جاتا ہے اور اس کا الزام اپنے دشمن پر ڈال کر اس کے خاتمہ کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ سعودی حکومت دنیا کی واحد وہابی سلطنت ہے جس نے حجاز مقدس پر اپنے غاصبانہ تسلط کے بعد سے لیکر آج تک یہود و نصاریٰ کے ہی ہاتھ مضبوط کیے ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کے عالمی مرکز کا حکمراں ہونے کی حیثیت سے اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی ہر معاملہ میں رہنمائی کرے اور ان کے مسائل حل کرے لیکن اُسے دلچسپی ہے تو صرف اپنے باطل مذہب کی اشاعت میں۔ ۱۵؍اکتوبر ۲۰۰۱ء کو امریکی ہفت روزہ News Week (نیوز ویک) نے اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے۔ ”سب سے زیادہ اہم کردار سعودی حکومت نے ادا کیا ہے جس نے اپنے داخلی معاملات سے توجہ ہٹانے اور وہابیت کے فروغ کے لیے بیرون ملک وسیع پیمانے پر روپیہ فراہم کیا.......“ (بحوالہ: اردو بک ریویو، دہلی ص ۱۴ شمارہ نومبر دسمبر ۲۰۰۱ء)

اب دیکھئے طالبان کو بنایا کس نے؟ امریکہ نے...... مگر ذریعہ کون بنا سعودی حکومت۔ دنیا کی بدحال اور بھوکی ننگی قوم جس کے پاس ٹھیک سے کھانے کو بھی نہیں ہے ان کے پاس لاکھوں کروڑوں ڈالرز کے ہتھیار کہاں سے آگئے؟ افغانستان میں طالبان کی پشت پناہی کس نے کی؟...... سعودی حکومت نے۔ پاکستان کی دہشت گرد تنظیموں کو فنڈز کی فراہمی کس نے کی؟...... سعودی حکومت نے۔ پھر اُسامہ بن لادن کے مل جانے سے طالبان کی قوت میں بے پناہ اضافہ ہوگیا۔ رفتہ رفتہ پورے افغانستان پر طالبانی چھا گئے۔ طالبان نے افغانستان میں سخت گیر اسلامی حکومت (اُن کے نظریہ کے مطابق) قائم کی اور سیلاب بلا کی طرح اپنی زمینوں کو تیزی سے وسعت دینا شروع کردیا۔ اس سے پاکستان اور دیگر پڑوسی ممالک کو بھی خطرہ لاحق ہوگیا لیکن سب سے بڑا خطرہ سعودیہ کو پیدا ہوگیا۔ چونکہ سعودی عوام اُسامہ بن لادن سے ہمدردی رکھتی ہے جس نے حجاز مقدس کو امریکی عمل دخل سے آزاد کرنے کا عزم کیا تھا۔ ادھر طالبانی حکومت کے قیام کے بعد سے پاکستان اور دیگر پڑوسی ملکوں کو خطرہ محسوس ہونے لگا تھا کہ کہیں ان کی حکومت پر بھی طالبان کا قبضہ نہ ہوجائے چونکہ عوام اسلامی جوش و جذبے کے تحت طالبان سے ہمدردی رکھتی تھی اس لیے خطرہ محسوس ہونا لازمی تھا۔ وقت اور حالات بدلے، جنھیں کل تک امداد دی جاتی تھی انہی طالبان سے خطرہ محسوس ہونے لگا تو یہی دوست دشمن ہوگئے۔ کل تک جو مجاہد تھے آج فسادی ہوگئے۔ اور سعودی حکومت نے بالآخر اس دشمن کے خاتمے کیلئے امریکہ کو سُپاری دی۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسی امریکہ نے اپنے ہم پلہ دشمن روس کی طاقت کو ختم کرنے کیلئے افغانستان کی سعودی اور پاکستانی حکومت کے ذریعہ

ہر طرح سے مدد کی اور روس کے حصے بخرے کر کے اس کی عالمی طاقت ختم کردی۔ امریکہ کا کام ہوگیا اور اُسے سکون آ گیا۔...... امریکہ کو کسی سے خطرہ نہیں ہے نہ سعودیہ سے نہ طالبان سے۔ مغرب کو طالبان اور اُسامہ سے دشمنی نہیں ہے اُن کا اصل دشمن اسلام ہے۔ یہود جس طرح امریکہ کے پٹھو اور ایجنٹ ہیں اسی طرح آلِ سعود بھی امریکہ کے ایجنٹ ہیں۔ فی الحال امریکہ سعودیہ کے توسط سے ایک نہایت ہی اہم مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ہے مسلمانوں میں سے جہاد کی روح (Spirit) کا خاتمہ۔ فی زمانہ جو بھی جہاد کیا جا رہا ہے وہ مصنوعی ہے۔ قتل و غارت گری کا نام جہاد ہو بھی نہیں سکتا۔ اسلامی تاریخ کا ادنیٰ سا قاری بھی یہ حقائق جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ نے بے مقصد جنگیں یا زمین کے حصول کیلئے لڑائی کبھی نہیں لڑی ہے۔ انہوں نے جب کبھی ہتھیار اُٹھایا بھی ہے تو اسلام کے دفاع میں۔ اور اس میں بھی اس قدر احتیاط کہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو کبھی نشانہ نہیں بنایا۔ جبکہ موجودہ دور کے مجاہدین کے ذریعہ اسلام کی منفی تصویریں ہی غیروں کے اذہان پر مرتسم ہو رہی ہیں۔ کوئی اس کا مثبت اثر لیتا نظر نہیں آتا نہ ہی اس سے اسلام و مسلمانوں کو کچھ فائدہ ہوتا نظر آتا ہے۔ یعنی یہ جہاد نہیں ڈرامہ ہے جو سعودیہ کے ذریعہ کھیلا جارہا ہے۔ ایک طرف وہابی جہاد کا فریب دیکر سُنّی مسلمانوں کو مروا رہے ہیں اور اپنے باطل مذہب کی تبلیغ کررہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کو جہاد سے بدظن کر کے لاشعوری طور پر جہاد سے دور کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ اس وقت یہ پوزیشن ہوگئی ہے کہ اگر حقیقت میں جہاد کی ضرورت پیش آئے اور جہاد کا اعلان کیا جائے تو سب جہاد سے بھاگتے نظر آئیں گے۔

ایران میں جو شیعہ انقلاب آیا اُسے اسلامی انقلاب سے تعبیر کیا گیا۔ جب اس سے سعودی حکومت کو خطرہ پیدا ہوا تو ایران کو کمزور کرنے کیلئے عراق کو کھڑا کردیا گیا۔ ایران عراق ڈرامہ کو کبھی تو ختم ہونا تھا لہٰذا یہ قصہ بھی تمام ہوا۔ اس عرصہ میں عراق بھی ایک بڑی طاقت بن چکا تھا جو آگے خطرہ بن سکتا تھا اس لیے اسے بھی پلاٹ بنا کر کویت سے بھڑا دیا گیا اور پھر کویت کو بچانے کے بہانے عراق پر چڑھائی کردی۔ یہی ڈرامہ افغانستان کے ساتھ بھی کھیلا گیا۔ اور بالآخر افغانستان کی حکومت کو ختم کردیا گیا۔ اب افغانستان کو عالمی برادری سے جوڑنے کی بات کی جارہی ہے۔ وہاں ریڈیو، ٹی وی، سینما اور بے راہ روی کو فروغ دیا جارہا ہے۔ اگر یہی عالمی برادری سے جوڑنا ہے تو سعودیہ کو اب تک کیوں بخشا گیا۔ سعودی حکومت بھی تو (نام نہاد) اسلامی ملک ہے اور دنیا کی نظر میں جہاں اسلامی قوانین نافذ ہیں۔...... لیکن اگر افغانستان کے طالبان اس لیے مجرم ہیں کہ وہ دہشت گرد ہیں تو ان دہشت گردوں کو پروان چڑھانے میں مدد کس نے کی؟ سعودی حکومت نے۔ اس کے باوجود دنیا بھر میں کوئی ایک شخص بھی اس کو ملزم نہیں کہہ رہا ہے۔ اس کے ہاتھ تو بالکل صاف ہیں۔

سعودی حکومت سب سے بڑی مجرم کیوں؟...... آج تک دنیا میں جب بھی کہیں مسلمانوں پر ظلم وستم ہوا یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا گیا، سعودی حکومت ہمیشہ خاموش ہی رہی۔ مسلم اُمہ پر بڑے سے بڑا سانحہ پیش آیا سعودی حکمراں خاموش ہی رہے۔ حجاز مقدس جو کہ امتِ

مسلمہ کا مرکز ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کی نظریں ہمہ وقت حجاز مقدس پر رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عوام الناس کو گمراہ کرنے کیلئے وہابی اکثر یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ فلاں کام تو سعودی عرب میں نہیں ہوتا جہاں سے اسلام پھیلا پھر کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ حجاز مقدس تو وہی ہے جہاں سے اسلام پھیلا البتہ اب اس پر وہابیوں کا تسلط ہے جس کی شریعت میں بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت ایک معمولی انسان سے بھی کم تر ہے، جنہوں نے اسلام دشمن جاسوس لارنس آف عربیا کی قیام گاہ کو تو یادگار بنادیا مگر حضور ﷺ، اہل بیت اطہار اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یادگاریں انھیں شرک و بت پرستی کے مراکز نظر آتے ہیں۔ اسی سعودی حکومت نے قرآن عظیم کی واضح نافرمانی کرتے ہوئے اپنی بادشاہت بچانے کے لیے یہود و نصاریٰ سے مدد لی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کو حجاز مقدس سے نکالنے کا حکم فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار مت بناؤ وہ تمہاری تباہی میں کمی نہیں کریں گے انہیں وہی بات پسند ہے جس سے تمہیں نقصان پہنچے۔ بلاشبہ دشمنی کے الفاظ ان کی اپنی زبانوں سے ظاہر ہو چکے اور جو کچھ ان کے سینے میں چھپا ہے وہ اس سے بھی بڑا ہے۔'' (آل عمران: ۱۱۸)

دنیا کے دکھاوے کے لیے سعودیہ میں اسلامی تعزیرات نافذ ہیں مگر اس قانون سے سعودی خاندان اور امریکی اور انگریز بالکل مبرّا ہیں۔ سعودی نجدیوں نے اپنی من مرضی کے نظریات تھوپنے کو ہی اسلام کی سب سے بڑی خدمت سمجھ رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا بھر میں عوام کی اکثریت سعودی حکومت کو پسند نہیں کرتی اور اس کے نظریات کی بناء پر کشیدہ رہتی ہے۔

مسلمانوں کو سب سے زیادہ بے وقوف نام نہاد اسلامی دانشور اور مفکر حضرات نے بنایا ہے اور بنا رہے ہیں۔ یہ مفکرین و دانشوران جو نجدی حکومت کے نذرانے اور اعزاز حاصل کرنے کی لالچ میں ان کے غلط نظریات اور پالیسیوں سے عوام کو انجان رکھتے ہیں۔ یہ حضرات دورِ اوّل کے مسلمانوں کو (جو ستاروں کی مانند ہیں) کے پُر خلوص سیاسی اختلافات کو عوام الناس میں اُجاگر کر کے شیعیت کو تقویت پہنچاتے ہیں لیکن ان کے قلم اپنے دور کی ملوکیت کی چوکھٹ پر فیصل ایوارڈ کے بوجھ سے سجدے کرتے نظر آتے ہیں۔ ہمارے ان دانشوران اور مفکرین کو برصغیر کے مسلمانوں میں ہر جگہ بدعات و خرافات نظر آتی ہیں اور اُن کی ساری توانائیاں عوامی سطح پر پھیلی چند خرافات کے ساتھ فاتحہ، نذر و نیاز، ایصالِ ثواب، صلوٰۃ و سلام، محافل میلاد وغیرہ کے خلاف صَرف ہوتی ہیں۔ مگر یہی حضرات سعودی حکومت کے خلاف ایک لفظ نہیں کہتے۔ کیا یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ ہے کہ سعودی میں پردے کے اندر پورا یورپین کلچر موجود ہے۔ ان کی طرز معاشرت، رہن سہن، وضع قطع سب پر یورپین کلچر مکمل طور پر حاوی ہے۔ بقول شورش کاشمیری ''جدّہ میں اب صرف دو چیزیں عرب ہیں ایک زبان دوسرے اذان۔ باقی ہر چیز پر یورپ کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔'' (شب جائے کہ من بودم، صفحہ ۱۱) برصغیر کے مسلمانوں میں تھوڑی بہت خرافات سہی مگر وہ اپنے مذہب پر، اپنی تہذیب و تمدن پر سعودیوں سے زیادہ عمل پیرا ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ صحیح معنوں میں اسلام کی سچی

تڑپ، لگن، کتاب و سنت پر پیروی آپ کو برصغیر کے مسلمانوں میں ہی دیکھنے کو ملے گی۔

چونکہ ہتھیاروں کی طاقت استعمال کر کے اسلام کو مٹانا ممکن نہیں اس لیے مسلمانوں کی مسلمانیت، اسلامی فکر و مزاج کو ختم کرنے کے لیے مسلسل پلاننگ جاری رہتی ہے۔ ایسا ہی ایک پروگرام مندرجہ ذیل ہے جو امریکی ہفت روزہ "نیوز ویک" ۱۵؍اکتوبر ۲۰۰۱ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔...... "اس کے بعد معاشرتی محاذ پر حکمت عملی کی بات آتی ہے۔ امریکہ کو اسلام کو جدید رنگ میں رنگنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ بہ ظاہر یہ بڑا مشکل کام ہے لیکن اس کے علاوہ چارہ بھی نہیں۔ سب سے پہلے ہمیں اعتدال پسند عرب ممالک کی مدد کرنی چاہئے بشرطیکہ وہ ماڈرنائزیشن کے لیے تیار ہوں۔ یہ کام اعتدال پسند مسلم گروہوں اور دانشوروں کو آگے لاکر انجام دیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح طالبان کے ہٹائے جانے کے بعد افغانستان میں ایک نیا سیاسی ڈھانچہ لانا ہوگا۔ اس کے علاوہ عرب ممالک اور پاکستان جیسے دیگر ممالک کو مجبور کرنا ہوگا کہ وہ اپنے ہاں کھلا معاشرہ (Free Society) قائم کریں۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ بنیاد پرست ہر جگہ اقلیت میں ہیں۔ پوری دنیا یکجا ہوکر آسانی سے انہیں زیر کرسکتی ہے۔"

(بحوالہ: اردو بک ریویو۔ دہلی، ص۱۴ شمارہ نومبر؍دسمبر ۲۰۰۱ء)

اس وقت افغانستان میں اسامہ اور ملا عمر کی مصنوعی تلاش جاری ہے اور اسی دوران فلسطین کے بے گناہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جارہی ہے مگر کوئی روکنے والا نہیں۔ عرب لیگ اور یاسر عرفات کسی کٹھ پتلی کی طرح یہود و نصاریٰ کے بجائے مسلمانوں سے ہی امن قائم کرنے کی باتیں کر رہے ہیں۔ جن کا دین ہی اسلام؍سلام (امن کا مذہب) ہے۔

یہاں ہمیں یہ پیغام دینا مقصود ہے کہ کسی ایک انسان کے خاتمے سے نظریہ ختم نہیں ہوتا ورنہ ایک حضرت عیسیٰ کے خاتمے سے (یہودیوں کے نزدیک) عیسائیت ختم ہوجاتی۔ جبکہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ساری دنیا میں عیسائی اکثریت میں ہیں۔ نام نہاد اسلامی مفکرین، امریکی ایجنٹ اور دانشوران جو یہ کہتے رہتے ہیں کہ سعودی عرب مسلمانوں کا خیر خواہ اور سچا ہمدرد ہے اور صحیح اسلام پر کاربند ہے یہ ایک بہت بڑا فریب ہے۔ جب تک سعودی عرب میں وہابی حکمراں رہیں گے، وہاں وہابیوں کا تسلط رہے گا مسلمانوں کا بھلا کبھی نہیں ہوگا۔ مسلمان کبھی ایک پلیٹ فارم پر جمع نہیں ہوسکتے کیونکہ جب مرکز پر ہی بد مذہبوں کا قبضہ ہے تو اتحاد کیسے ہوگا؟ ہم اہل سنت اُن لوگوں میں سے نہیں جو مسلمانوں کو جہاد کے نام پر قتل کرواتے ہیں۔ یہ کام تو وہابیوں کا ہے۔ آپ ان کی تاریخ اٹھاکر دیکھ لیں محمد بن عبدالوہاب نجدی سے سید احمد رائے بریلوی، اسمٰعیل دہلوی اور آج تک آپ کو مسلمان شرک کے نام پر قتل ہوتے ہوئے نظر آئیں گے۔

محمد زبیر قادری



سُنّی دعوت اسلامی کا ۱۱رواں سالانہ سُنّی اجتماع

از: محمد زبیر قادری

ممبئی میں ہر سال سنّی دعوت اسلامی نے سنّی اجتماع کا جو سلسلہ شروع کیا ہے اس اجتماع پاک کی برکتوں سے ہم سُنّیوں کو سال میں ایک مرتبہ ایک جگہ جمع ہو نے کچھ سیکھنے سمجھنے اور عمل کرنے کے ساتھ مسلکِ اہل سنت کی مزید ترویج و اشاعت کا جذبہ بھی بیدار ہوتا ہے۔ الحمد للہ اِمسال یہ اجتماع ۲۸، ۲۹، ۳۰ دسمبر ۲۰۰۱ء کو وادیٔ نور (آزاد میدان) وی۔ ٹی ممبئی میں انعقاد پذیر ہوا۔

۲۸، دسمبر بعد نمازِ جمعہ خواتین کے اجتماع کا آغاز ہوا۔ ممبئی اور دور دراز سے آئی ہوئی ہزاروں خواتین نے اس اجتماع سے استفادہ کیا۔ اجتماع کا آغاز تلاوتِ کلام مجید سے ہوا اس کے بعد حافظ محمد افضل نے ہدیۂ نعت نچھاور کیا اور حضرت مولانا سید عبدالجلیل صاحب رضوی امام عبدالسلام مسجد (کرافورڈ مارکیٹ) کے دعائیہ کلمات نے خواتینِ اسلام کے دلوں میں اسلامی عقیدے کی اہمیت واضح کی۔ ننھے نعت خواں محمد عدنان (بھیونڈی) نے سب کا رُخ مدینہ شریف کی جانب موڑ دیا۔ اس کے بعد مفتی محمود اختر صاحب (امام حاجی علی مسجد) نے اپنے مخصوص مدبرانہ انداز میں نصیحتوں کا سلسلہ شروع کیا۔ بعد ازیں جنرل سیکریٹری ورلڈ اسلامک مشن حضرت علامہ قمر الزماں خان اعظمی نے پردہ نشین ہزاروں خواتین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلامی معاشرہ کی تشکیل و تربیت میں خواتینِ اسلام کا اہم رول رہا ہے بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ معاشرے کو اسلامی بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے خواتین کلیدی کردار ادا کرسکتی ہیں۔ معاشرے میں پاکیزگی، صبر ایثار، حیا اور غیرت وغیرہ کی اقدار خواتین کے کردار کی بنیاد پر ہی پیدا ہوتی ہیں۔ عورت کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ مکالمات فلاطون لکھے لیکن وہ ایسے بچوں کو تربیت دے سکتی ہے جو افلاطون کا جواب بن سکتے ہیں۔

اس سنّی اجتماع کی نظامت الحاج محمد رضوان فرمارہے تھے۔ امیر سنّی دعوت اسلامی مولانا حافظ و قاری محمد شاکر علی نوری نے فرمایا کہ فروغ اسلام میں عورتوں کا بڑا کردار رہا ہے۔ اسلام کی بقا علم سے ہے اور میدانِ علم میں صرف مردوں نے ہی خدمت انجام نہیں دی بلکہ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو خواتینِ اسلام کی ایک طویل فہرست نظر آئے گی۔ فنِ نحو ہو یا فنِ حدیث فقہ ہو یا تفسیر کا فن ہر شعبہ میں خواتین کی نمائندگی نظر آتی ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں اسلام کے لیے سب کچھ ایثار کرتے ہوئے ایک عظیم خاتون نظر آتی ہیں تو کہیں اسلام کے فروغ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت نمایاں نظر آتی ہے۔

مولانا شاکر نوری نے کہا کہ یہ عظیم الشان اجتماع خواتین کو احساس کمتری کی دلدل سے نکال کر اپنے مقام و مرتبہ کی شناخت اور بلندی کی راہ دکھانے کے لیے منعقد کیا گیا ہے اس لیے خواتین سے گزارش ہے کہ وہ خود بھی سنّی دعوت اسلامی کے ماحول سے وابستہ ہوں اور اپنے بچوں کو بھی سنی تحریک میں شامل کروائیں۔...... ذکر اور دعا پر پہلے دن کا اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

بروز سنیچر ۲۹ / دسمبر ۲۰۰۱ء کو اجتماع کا آغاز نماز فجر سے ہوا۔ دن بھر درسِ قرآن، درسِ حدیث، نعت و

منقبت اور تقاریر کا سلسلہ جاری رہا۔ بیچ بیچ میں حلقے لگا کر مبلغین نے لوگوں کو سنتیں سکھانے اور مسائل سمجھانے کا کام کیا۔ اخیر میں حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی مدظلہ النورانی نے بیان کا آغاز کیا۔ حضرت کی تقاریر سننے کیلئے عوام تو عوام خواص کی بھی کثیر تعداد ہوتی ہے۔ یہاں پر بھی اچھی خاصی تعداد میں علماء کرام شرکت فرماتے اور حضرت علامہ کے بیان سے روحانی وفکری غذا حاصل کر رہے تھے۔

تیسرے اور آخری دن کے اجتماع کا آغاز نماز تہجد سے ہوا۔ اس اجتماع کو یوم رحمت اللعالمین ﷺ سے منسوب کیا گیا تھا۔ نماز تہجد کے بعد درس قرآن بعد نماز فجر درس احادیث، نماز اشراق و چاشت کے فضائل، بیان کے ساتھ ہی نعت و منقبت کا سلسلہ شروع ہوا۔ بعد ازاں مبلغین کے بیانات کا سلسلہ شروع ہوا۔ جن میں بھیونڈی کے مبلغ محمد منیر انصاری، مینارہ مسجد ممبئی کے خطیب و امام مولانا عبدالرشید رحمانی، مولانا شمس الدین، مفتی شعبان علی، صدام یونیورسٹی بغداد شریف کے فاضل مولانا مختار الحسن، مولانا زبیر عبداللہ سمیت دیگر علماء کرام و مبلغین نے مختلف مسائل و فضائل پر بصیرت افروز تقاریر کیں جس کی نظامت بھیونڈی کے مبلغ محمد مشیر رضا قادری نے کی۔ امیر سنی دعوت اسلامی مولانا شاکر نوری نے بعد نماز عصر اجتماع سے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں دو چیزیں تم میں چھوڑ کر جارہا ہوں جب تک تم اس کو پکڑے رہو گے گمراہ نہیں ہوں گے، ایک کتاب اللہ اور دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔ اب آیئے ہم اپنی پسپائی کے اسباب تلاش کریں۔ جب تک قوم مسلم نے قرآن مقدس اور سنت رسول اللہ ﷺ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رکھا وہ قوم کامیاب و کامران تھی آج دنیا کی باطل قوتیں قرآن مقدس سے منحرف کرنے کے لیے پوری توانائی خرچ کر رہی ہیں۔ مولانا شاکر نوری نے مزید فرمایا کہ حضور ﷺ کی ہر سنت میں جسمانی، روحانی، دینی اور دنیاوی فائدے پوشیدہ ہیں۔ قبل ازیں مفکر اسلام علامہ قمرالزماں اعظمی نے شرکاء کو تلقین کرتے ہوئے کہا کہ آپ اگر اپنے دلوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع جلا کر اپنے چہروں کو اسلامی چہرہ بنائیں گے تو دنیا آپ کو سلام کرے گی۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اسلام امن کا اور سلامتی کا مذہب ہے اسلام نے کبھی بھی دہشت گردی کی حمایت نہیں کی اب وقت آگیا ہے کہ اپنے کردار سے دنیا والوں کو بتانا ہے کہ اسلام امن و محبت کا مذہب ہے اسلام کے معنی ہی سلامتی کے ہیں۔

سنی دعوت اسلامی کے روح پرور اجتماع کے دوران وادیٔ نور (آزاد میدان) میں ہزاروں فرزندان توحید نے بعد نماز مغرب اپنے دلوں میں تصور مدینہ کو لئے ہوئے ذکر الٰہی اور درود و سلام کے ساتھ رب العزت سے گڑگڑاتے ہوئے اپنے گناہوں سے توبہ و اجتناب کی دعا کی۔ نیز آنسوؤں اور سسکیوں کے درمیان بارگاہ الٰہی سے رحم و کرم کی بھیک کے علاوہ حب رسول کی دولت، شفاعت اور علم و عمل کے لیے بھی التجا کی۔ دعا کے موقع پر شامیانہ اور اطراف کی روشنی بجھادی گئی جس کی وجہ سے ایک روحانی ماحول پیدا ہوگیا تھا اور دعا کے دوران سسکیوں کی آوازیں صاف طور پر سنائی دے رہی تھیں جبکہ امیر سنی دعوت اسلامی مولانا محمد شاکر نوری کے دعائیہ کلمات پر آمین سے وادیٔ نور گونج اٹھی۔ اس طرح اللہ کے احکامات اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندگی کا آئینہ بنانے کا عزم لیے ہوئے روحانی ماحول کے عالم میں طویل ترین دعا کے بعد سہ روزہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ بلبل باغ مدینہ الحاج محمد رضوان کی مسحور کن آواز میں نعت و منقبت تین دنوں تک وادیٔ نور میں گونجتی رہی۔ ان کے علاوہ سنی دعوت اسلامی سے وابستہ مبلغین نے دامے درمے قدمے سخنے اس اجتماع کو کامیاب بنایا۔ OOOOO

ترجمۂ کنزالایمان کا لسانی جائزہ

(پانچویں قسط)

از: ڈاکٹر صابر سنبھلی۔ ایم ایچ پی جی کالج، مراد آباد

سورۂ یونس

آیت ۱: علامہ محمود الحسن کا ترجمہ یہ ہے۔ "یہ آیتیں ہیں پکی کتاب کی"۔

بالکل یہی ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب کا بھی ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت علامہ نے ترجمہ کرتے وقت شاہ صاحب کے ترجمے کو سامنے رکھا تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ منقولہ بالا ترجمہ علامہ محمود الحسن صاحب کا ہے یا شاہ عبدالقادر صاحب کا؟ قرآن کریم کے سرورق پر تو بحیثیت مترجم حضرت علامہ کا ہی نام درج ہے۔ اس سے زیادہ کچھ عرض کرنا شائستگی کے خلاف سمجھتا ہوں۔ امام احمد رضا خاں نے اس کا ترجمہ اس طرح اِملا کرایا تھا۔

"یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں"۔

آیت ۳: علامہ محمود الحسن صاحب کے مترجمہ قرآن کریم شائع کردہ شاہ فہد قرآن کمپلیکس مدینہ منورہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں ترجمہ اس طرح درج ہے۔

"پھر قائم ہوا عرش پر"

قرآن کریم مترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب، شائع کردہ صلاح الدین حسام الدین ترکمان گیٹ دلّی ۱۳۵۸ھ میں بھی اس کا یہی ترجمہ درج ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت علامہ نے ترجمے کے وقت شاہ صاحب کے ترجمے کو سامنے رکھا تھا۔ یہاں پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ کس کا ہے؟ علامہ صاحب کا یا شاہ صاحب کا؟

امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ اس طرح قلم بند کرایا۔

"پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اُس کی شان کے لائق ہے"۔

آیت ۵: حضرت علامہ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

"وہی ہے جس نے بنایا سورج کو چمک / چمکتا اور چاند کو چاندنا"

شاہ صاحب نے اس طرح ترجمہ فرمایا تھا۔

"وہی ہے جس نے بنایا سورج کو چمک اور چاند کو اُجالا"

حضرت علامہ نے صرف ایک لفظ "اُجالا" کو "چاندنا" سے بدل دیا ہے اور اس طرح شاہ صاحب کا کیا ہوا ترجمہ اُن کا اپنا ہوگیا ہے۔ امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ اس طرح لکھوایا۔

''وہی ہے جس نے سورج کو جگمگاتا بنایا اور چاند کو چمکتا''۔

آیت ۱۳ : علامہ محمود الحسن صاحب کا ترجمہ اس طرح ہے۔

''یوں ہی سزا دیتے ہیں ہم قوم گنہگاروں کو''۔

اس ترجمے میں ''قوم گنہگاروں'' قابلِ غور ہے، جو بے معنی اور مہمل ہے۔ ''گنہگاروں کی قوم'' ہوتا تو اس سے گنہگار انتہیں مراد لیا جاسکتا تھا۔ موجودہ حالت میں اس مرکّب میں فارسی اضافت بھی نہیں آسکتی، کیونکہ ہندی طرز کی جمع کے ساتھ فارسی اضافت نہیں آتی ہے اور ''گنہگاروں'' ''گنہگار'' کی ہندی طرز کی جمع ہے۔ غرض یہ کہ قواعدِ زبان کے لحاظ سے غلط ترجمہ کیا گیا ہے۔

امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ یوں کیا۔

''ہم یوں ہی بدلہ دیتے ہیں مجرموں کو''۔

آیت ۲۱ : علامہ صاحب کا ترجمہ یوں ہے۔

''اور جب چکھائیں ہم لوگوں کو مزا اپنی رحمت کا بعد ایک تکلیف کے جو اُن کو پہنچی تھی اُس وقت بنانے لگیں حیلے ہماری قدرتوں میں''۔

''مزہ چکھانا'' کا لغوی معنی تو ذائقے کا احساس کرانا ہے، لیکن اس معنی میں یہ برائے نام مستعمل ہے۔ اس کا استعمال سزا دینے یا بدلہ چکانے کے معنی میں ہوتا ہے جیسے ''گالی دینے کا مزہ چکھا دیا'' یا ''خوب مزہ چکھایا ہے''۔ علامہ محمود الحسن صاحب اللہ کی رحمت کے حصول کو ''رحمت کا مزہ چکھانا'' کہتے ہیں۔ یہاں دو باتیں خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

۱۔ اگر یہ عربی الفاظ کا ترجمہ ہے تو اس کو لفظی ترجمے کے بجائے بامحاورہ ترجمہ کس طرح کہا جاسکتا ہے؟

۲۔ کسی اچھے موقع پر ایسے لفظ کا استعمال جس کے اچھے اور بُرے دونوں معنی مراد لیے جاتے ہوں کس طرح رَوا اور مناسب قرار دیا جاسکتا ہے؟ جبکہ اچھے معنی میں اُس لفظ کا استعمال شاذ ہو اور بُرے معنی میں کثیر۔

اس لیے ''رحمت کا مزہ چکھائیں'' کسی طرح بھی درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔ امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ اس طرح لکھایا تھا۔

''جب کہ ہم آدمیوں کو رحمت کا مزہ دیتے ہیں کسی تکلیف کے بعد جو انہیں پہنچی تھی جبھی وہ ہماری آیتوں کے ساتھ داؤں چلتے ہیں''۔

دونوں ترجموں کو بار بار پڑھیے اور فرق محسوس کیجیے۔ ساتھ ہی اس ہندی دانش ور کے فیصلے کی داد دیجیے جو علامہ کے ترجمے کو اردو کا سب سے اچھا ترجمہ بتاتا ہے۔

آیت ۲۴ : حضرت علامہ نے ترجمہ فرمایا۔ ''جب پکڑی زمین نے رونق اور مزیّن ہوگئی''۔

امام احمد رضا نے ترجمہ فرمایا۔ ''یہاں تک کہ جب زمین نے اپنا سنگار کرلیا''۔

بلاشبہ امام احمد رضا کا ترجمہ اردو روزمرہ کے مطابق ہے۔

آیت ۲۶ : علامہ محمود الحسن صاحب ترجمے میں رقم طراز ہیں۔

''جنہوں نے کی بھلائی اُن کے لیے ہے بھلائی اور زیادتی''۔

حضرت علامہ یہاں ''زیادتی'' سے ترقی مراد لیتے ہیں۔ اس ترجمے میں بھی پھوہڑپن ہے جو آیت ۱۲ کے ترجمے میں تھا۔ کیونکہ ''زیادتی'' کے معنی ظلم، جبر، سختی، شدت، اور زبردستی کے بھی آتے ہیں اور یہی زیادہ رائج ہیں۔ یہاں بھی اچھائی کے لیے ایک ایسا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو بُرائی کے معنی میں زیادہ استعمال ہوتا ہے۔

امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ اس طرح املا کرایا۔

''بھلائی والوں کے لیے بھلائی ہے اور اُس سے بھی زائد''

اتنے کم الفاظ میں اس قدر جامع واضح اور صاف ترجمہ کسی دوسرے سے ممکن نہیں ہوا۔ زبان کی صفائی اور مفہوم کی موثر اور صحیح ترسیل کنزالایمان کے دو۲ خاص وصف ہیں جو شروع سے آخر تک موجود ہیں۔ اس آیت میں یہ دونوں خوبیاں بہت نمایاں ہوکر سامنے آئی ہیں۔ ان کو پندرھویں اور سولھویں خوبیاں شمار کیجئے۔

آیت ۴۷: علامہ محمود الحسن صاحب نے اس طرح ترجمہ فرمایا۔ ''ہر فرقے کا ایک رسول ہے''۔ لفظ ''فرقے'' کو ذہن میں رکھیے اور پھر اُس میں رسول ہونے پر غور فرمایئے۔ کیا یہ کسی آیت کا ترجمہ ہوسکتا ہے؟ کیا یہ حقیقت ہے؟ اگر ہاں تو قادیانی کیا غلط کہتے ہیں؟ اُن کا بھی تو ایک فرقہ ہے اور جناب علامہ ہر فرقے میں ایک رسول ہونے کی خبر دے رہے ہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

امام احمد رضا نے اس طرح ترجمہ لکھایا۔ ''اور ہر اُمّت میں ایک رسول ہوا''

آیت ۴۸: جناب علامہ نے اس طرح ترجمہ عنایت فرمایا۔

''اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو''۔

''کب ہے یہ وعدہ'' نے آیت کے مفہوم کو اُلجھا دیا۔ اس طرح کے اُلجھاوے جناب علامہ کے ترجمے میں بہت مقامات پر ہیں۔ امام احمد رضا نے ترجمہ فرمایا۔

''اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو''۔

''آئے گا'' کے اضافے سے مطلب واضح ہوگیا۔

آیت ۷۷ : جناب علامہ نے ترجمہ تحریر فرمایا۔

''کہا موسیٰ نے کیا تم یہ کہتے ہو حق بات کو جب وہ پہنچے تمہارے پاس کیا یہ جادو ہے اور نجات نہیں پاتے جادو کرنے والے''۔

یہ ترجمہ بھی آیت ۴۸ کے ترجمے کی طرح اُلجھاوے کا شکار ہے۔ امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ اس

طرح اِملا کرایا۔

''موسیٰ نے کہا کیا حق کی نسبت ایسا کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آیا۔ کیا یہ جادو ہے اور جادوگر مراد کو نہیں پہنچتے''۔

آیت ۸۳: جناب علامہ ترجمہ طراز ہیں۔

''اور فرعون چڑھ رہا ہے ملک میں اور اُس نے ہاتھ چھوڑ رکھا ہے''۔

کتنے اردو داں ہیں جو اس ترجمے کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ یوں لکھایا۔

''اور بے شک فرعون زمین پر سر اُٹھانے والا ہے اور بے شک وہ حد سے گزر گیا''۔

آیت ۹۹: علامہ محمود الحسن صاحب کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں۔

''اگر تیرا رب چاہتا بے شک ایمان لے آتے جتنے لوگ کہ زمین میں ہیں سارے تمام''۔

''سارے تمام'' کی بلاغت پر غور فرمائیے۔ ''سارے'' بھی اور ''تمام'' بھی۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ ایسا کیوں کیا گیا ہے۔ امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ اس طرح تحریر کرایا۔

''اور اگر تمہارا رب چاہتا زمین میں جتنے ہیں سب کے سب ایمان لے آتے''۔

آیت ۱۰۱: علامہ محمود الحسن صاحب نے یوں ترجمہ ارقام فرمایا۔

''اور کچھ کام نہیں آتیں نشانیاں اور ڈرانے والے اُن لوگوں کو جو نہیں مانتے''۔

امام احمد رضا نے اس حصۂ آیت کا ترجمہ یوں قلم بند کرایا تھا۔

''آیتیں اور رسول انہیں کچھ نہیں دیتے جن کے نصیب میں ایمان نہیں''۔

اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے خاص طور سے نبی اور رسول بے کار نہیں ہوتے۔ جو لوگ اُن کو نہیں مانتے انہیں بھی اُن کا کچھ نہ کچھ فیض مل ہی جاتا ہے۔ یہی فیض آیات کا بھی ہے۔ (ہم دیکھتے ہیں کہ غیر مسلم اشخاص بھی روحانی علاج سے فیضیاب ہوتے ہیں)۔ اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں کہ ڈرانے والے (انبیاء ومرسلین) اور نشانیاں (آیات) کافروں کے کام نہیں آتیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ آیاتِ ربّانی اور پیغمبرانِ حق کافروں کو کچھ نہیں دیتے (اگر وہ دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔ یہی اُن کی عظمت ہے)۔

ترجمے میں خط کشیدہ ''کو'' کی جگہ لفظ ''کے'' ہوتا تو جملہ بھی درست ہو جاتا۔

آیت ۱۰۸: علامہ صاحب نے یوں ترجمہ فرمایا۔ ''اور میں تم پر نہیں ہوں مختار''

اور امام احمد رضا نے اس طرح ترجمہ فرمایا۔ ''اور کچھ میں کروڑا نہیں''۔

''کروڑا'' سے متعلق بحث سورۂ الانعام کے ترجموں کے جائزے میں گزر چکی ہے۔ شاید کچھ حضرات ابھی مطمئن نہ ہوئے ہوں اس لیے یہ حقیر فقیر اس لفظ پر مزید خامہ فرسائی کرنا چاہتا ہے۔

سورۂ الانعام کے ترجمے کا جائزہ لیتے ہوئے فقیر نے تین ۳ آیات سے استدلال کیا تھا کہ متذکرہ در سابق چاروں آیات میں ''وکیل'' سے وہ شخص مراد ہے جو کسی حکم پر جبراً عمل کرانے کا مُجاز ہو۔ شاید کسی

کو خیال گزرے کہ ان آیات سے اس لفظ کا کوئی تعلق نہیں اور فقیر نے جو کچھ عرض کیا وہ تفسیر بالرائے ہے! بعد میں معلوم ہوا کہ تفسیر جلالین میں بھی ان مقامات پر لفظ ''وکیل'' کے یہی معنی مراد لیے گئے ہیں۔ رضا اکیڈمی ممبئی/ رضوی کتاب گھر دلی کے شائع کردہ قرآن ۲۰۰۱ء میں ترجمے کے مصحح (پروف ریڈر) مولانا عبدالمبین نعمانی قادری مصباحی نے لفظ ''کڑوڑا'' کے تحت پاورق میں یہ نوٹ لکھا۔

''کڑوڑا'' نگہبان، وہ شخص جو عاملوں اور محصلوں پر خیانت کی نگرانی کے واسطے کوئی حاکم مقرر کرے۔ (آصفیہ) تفسیر جلالین سے مستفاد ہوتا ہے کہ لفظ وکیل میں لوگوں کی غلط روی پر دار و گیر کرنے اور سزا دینے اور جبراً راہِ راست پر لانے کا معنی ہے۔ جس کے لیے اردو لغت میں کڑوڑا زیادہ موزوں ہے'' (ص ۲۱۸۔)

تفسیر جلالین کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ ان چاروں آیات میں وکیل سے مراد ایسا شخص ہے جو جبراً احکام پر عمل کرانے کا مجاز ہو۔ یہاں پر انتہائی اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے لیے اردو میں کون سا لفظ آتا ہے۔

اردو کی لغات کھنگال ڈالیے آپ کو ایسا لفظ نہیں ملے گا۔ اب یہ دیکھیے کہ قرآن کریم کے معروف اردو مترجمین نے اس لفظ کے ترجموں میں کیا کیا لفظ لکھے ہیں۔ ان کا جائزہ لینا مفید مطلب معلوم ہوتا ہے۔

شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمہ نے چاروں جگہ اس لفظ کا ترجمہ ''داروغہ'' کیا ہے اور اسی طرح شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی۔ علامہ اشرف علی تھانوی صاحب نے ایک جگہ تعینات، ایک جگہ مختار، ایک جگہ مسلّط اور ایک جگہ ذمے دار ترجمہ کیا ہے۔ علامہ فتح محمد جالندھری نے تین جگہ داروغہ اور ایک جگہ وکیل ترجمہ کیا ہے۔ الحاصل ان چاروں آیات میں وکیل کے یہ ترجمے سامنے آئے ہیں۔

۱۔ داروغہ ۲۔ وکیل ۳۔ تعینات ۴۔ مختار ۵۔ مسلّط ۶۔ ذمے دار۔

ان میں سے ''وکیل'' کا ترجمہ ''وکیل'' غلط ہونے کے بارے میں تو پہلے لکھا جا چکا ہے۔ تعینات اور مسلّط ترجمے نہیں دیوانے کی بو معلوم ہوتے ہیں۔ ان الفاظ کا یہاں کوئی محل نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کوئی عہدے دار نہیں ہوتے۔ باقی رہ جاتے ہیں تین ترجمے۔ ۱۔ داروغہ، ۲۔ مختار، ۳۔ ذمے دار۔ یہ تینوں ترجمے کس لیے صحیح نہیں ہیں اس پر ذیل میں کلام کیا جا رہا ہے۔

۱۔ **داروغہ:** اس لفظ کے معنی فرہنگِ آصفیہ میں اس طرح درج ہیں ''ف۔ اسم مذکر۔ نگراں، منصرم، کسی کام کا اہتمام کرنے والا+ کوتوال۔ انسپکٹر پولس، تھانہ دار، کسی جماعت کا سردار، سردار ملازمان+ سپاہیوں کا افسر''۔

لغت نویس نے داروغہ کے ذیل میں چند قسم کے ''داروغاؤں'' کے معنی بھی لکھے ہیں۔ ایسے داروغہ یہ ہیں۔ ۱۔ داروغۂ آبکاری، ۲۔ داروغۂ پولس، ۳۔ داروغۂ توپ خانہ، ۴۔ داروغۂ جیل خانہ، ۵۔ داروغۂ دیوان خانہ اور ۶۔ داروغۂ گھاٹ۔

ان میں سب سے زیادہ پاور فل داروغۂ پولس ہوتا ہے؟ لیکن کیا وہ اپنی طاقت اور جبر سے کسی کو ہدایت دے سکتا ہے؟ اور جس طرح پولس مجرم کو راہِ راست پر لانے کے لیے زدوکوب کرتی ہے اور ناجائز اذیتیں دیتی ہے وہ قانوناً اور شرعاً درست ہیں؟ جواب نفی میں ہوگا۔ ملزموں پر جتنی سختی کی جاتی ہے وہ اُتنے ہی جرائم پر دلیر ہوتے ہیں۔ بعض نیک اور شریف لوگوں کو بھی پولس مجرم بنا دیتی ہے۔ بعض ایسے مجرم جو پولس کی مار کھاتے رہتے ہیں جب جیل سے چھوٹتے ہیں تو اپنے جیل کے ساتھیوں سے جلد واپس آنے کا وعدہ کرکے باہر نکلتے ہیں۔ ہزار مار پیٹ کے باوجود وہ زبانِ حال سے یہی کہتے نظر آتے ہیں ؎

گر کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سہی ☆ یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا

اور یہ بھی سبھی جانتے ہیں کہ پولس کی سختی کی یہ ساری کارروائی غیر قانونی ہوتی ہے۔ داروغہ کو ملزم پر صرف مقدمہ چلانے کا حق ہوتا ہے۔ سزا دینا یا چھوڑنا کورٹ کا کام ہے۔ اب غور فرمائیے کہ ہدایت دینے کے لیے ایسا شخص کس طرح منشائے الٰہی کے مطابق ہوسکتا ہے۔

۲۔ **مختار**: ''ہمارے رسول ﷺ کسی پر مختار نہیں تھے'' (نعوذ باللہ) ایسی بات تو وہی شخص لکھ سکتا ہے جو اُن کو مختار نہ مانتا ہو۔ امام احمد رضا تو اُن کو مختارِ کُل مانتے تھے اس لیے وہ ان مواقع پر ''وکیل'' کا ترجمہ ''مختار'' کس طرح کر سکتے تھے۔ رہا یہ سوال کہ وہ مختارِ کُل تھے یا مجبورِ محض اس کے لیے بحث کے دروازے کُھلے ہوئے ہیں۔ یہ اس فقیر کا منصب تو نہیں ہے البتہ علمائے کرام ہر اس اعتراض کا جواب دینے کے لیے تیار رہتے ہیں جس میں آقائے دو جہاں ﷺ کے کسی بھی اختیار کو چیلنج کیا جاتا ہے۔ فقیر نے تو مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ کی ایک تصنیف ''سلطنتِ مصطفےٰ'' پڑھی ہے۔ اُس میں اس طرح کے جملہ اعتراضات کے جوابات موجود ہیں اور مصنف نے مضبوط دلائل سے آپ ﷺ کو مختارِ کل ثابت کیا ہے۔

۳۔ **ذمے دار**: کوئی کس دل اور قلم سے لکھ سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذمے دار نہیں تھے۔ اگر آج کل گھر کے کسی نوجوان آوارہ لڑکے کو بھی غیر ذمّے دار کہہ دیا جائے تو وہ منہ پُھلا لیتا ہے۔ پھر سرکار ابد قرار ﷺ کو غیر ذمّے دار کہنے والوں کے دل گُردے اور ہمت کی داد دینا بھی اس فقیر کے لیے مشکل ہے۔

اردو تو اردو، فارسی میں بھی شاید ان مواقع کے لیے وکیل کا مرادف موجود نہیں ہے اس لیے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ان آیات کے تراجم میں وکیل کے ہم معنی جو الفاظ (نگاہ بان، مُتَعَہِّد، نگہبان اور نگاہ بان) لکھے ہیں وہ اوپر بیان کی گئی منشائے الٰہی کے مطابق نہیں ہے۔ ایسی حالت میں امام احمد رضا نے ان مواقع پر لفظ ''کڑوڑا'' استعمال کیا تو بہت خوب کیا۔ کیونکہ یہ لفظ اِن مواقع کے لیے سب سے زیادہ مناسب اور موزوں ہے۔ اس لیے کہ کڑوڑا افسروں کا افسر ہوتا ہے''۔

سورۂ الانعام کے ترجمے کا جائزہ لیتے وقت عرض کیا گیا تھا کہ یہ لفظ ۶ ر ڈکشنریوں میں موجود ہے۔ فرہنگِ اثر ان کے علاوہ ہے (جو فقیر نے نہیں دیکھی) ان سات کے علاوہ یہ لفظ بہ شکل ''کڑوڑی'' ہندی کی ڈکشنری ''لوک بھارتی ہندی پرمانک کوش'' مرتبہ آچاریہ رام چندر ورما، مصحّحہ ڈاکٹر بدری ناتھ کپور، شائع

کردہ لوک بھارتی پرکاشن الٰہ آباد ۱۹۹۷ء میں بھی موجود ہے، جس کے معنی میں لکھا ہے۔ ''مسلمانوں کے عہد حکومت کا ایک سرکاری عہدہ'' (ترجمہ)۔ آٹھ ڈکشنریوں میں درج لفظ کو اگر کوئی غریب کہے تو اُس کی ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ ان ڈکشنریوں کے علاوہ دیگر میں بھی موجود ہونے کا امکان ہے۔

مصنف (ڈاکٹر محمد خالد قاسمی) نے لفظ ''کڑوڑا'' کو ایک لغت نویس کی ذاتی رائے سے (وہ بھی اصل کو دیکھے بغیر) عورتوں کی زبان کا لفظ مان لیا اور پھر یہ فتویٰ بھی دے دیا۔ ''مولوی احمد رضا صاحب نے عورتوں کی زبان بول کر قرآن کے واضح اعلان کو چھپایا ہے''۔

اس فتوے پر دو[۲] اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ پہلے تو ٹھوس دلائل سے کڑوڑا کو عورتوں کی زبان کا لفظ ثابت کیا جائے۔ پھر یہ ثابت کیا جائے کہ قرآن کے ترجمے میں عورتوں کی زبان کے الفاظ لانے سے واضح اعلان چھپتا ہے۔ عورتوں کی زبان کیا ہوتی ہے اس بارے میں ڈاکٹر شریف احمد قریشی اپنی پی. ایچ. ڈی کی مطبوعہ تھیسس (Thesis) میں رقم طراز ہیں۔

''عورتوں کے مقابلے میں مردوں کی زبان اور لہجے میں کرختگی اور دُرشتی پائی جاتی ہے۔ عورتوں کے تلفظ میں مردوں کی نسبت زیادہ صحت اور صفائی ہوتی ہے۔ عورتیں اپنی زبان میں غیر زبانوں کے یا نئے الفاظ بہت جلد قبول نہیں کرتیں۔ اس کے برعکس چونکہ مرد زیادہ تر گھر سے باہر رہتے ہیں اور بیرونی اثرات بھی قبول کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے اُن کے یہاں زبان کی بگڑی ہوئی شکلیں کسی نہ کسی روپ میں مل جاتی ہیں۔ مردوں کی زبان بگڑنے یا تغیر رونما ہونے کی ایک وجہ شاید اُن کے یہاں پائی جانے والی سختی بھی ہے' جس کی بنا پر مزدور اور محنت کش طبقہ غیر معیاری زبان استعمال کرتا ہے اور اُس کے تلفظ میں بھی نمایاں فرق نظر آتا ہے۔''

(فرہنگ فسانۂ آزاد اور اُس کا عمرانی، لسانی مطالعہ۔ مصنف و ناشر ڈاکٹر شریف احمد قریشی، رام پور ۲۰۰۰ء)

اب غور طلب بات یہ ہے کہ خالص، صحت مند اور صاف زبان میں ترجمہ کرنے سے قرآن کا اعلان واضح ہوتا ہے یا ماند پڑتا ہے۔ اگر انصاف کا ذرا بھی پاس ہو تو مصنف کو ندامت کا اظہار کرنا چاہیے۔

اس کتاب (فاضل بریلوی کا مشن) میں مصنف نے ترجمۂ کنزالایمان پر ایک ہی قسم کے چند اعتراضات اور بھی کیے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ ''خان صاحب نے قرآن کریم و حدیث سرور عالم ﷺ میں اِنّما کا ترجمہ کبھی چھپا کر کبھی بڑھا کر وہ خیانت اور دھوکا دیا ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔'' (صفحہ ۱۲۰)

(خیانت دی ہے اور دھوکا دیا ہے۔ یہ ہے علامہ محمود الحسن کے ایک وارث کی زبان دانی کا ایک نمونہ۔ خیانت کا فعل بھی ''دیا ہے'' ہی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ خیانت دی ہے، یہ اُن کے گھر کا روز مرّہ ہوسکتا ہے۔ اس زباندانی پر کنزالایمان پر تنقید کا حوصلہ۔ سبحان اللہ)

آیت ۲۰ : کا ترجمہ امام احمد رضا نے یوں کیا تھا۔ ''تم فرماؤ غیب تو اللہ کے لیے ہے''۔ مصنف

ترجمہ نقل کرنے سے پہلے تبصرہ کرتے ہیں۔ ''دراصل غیب کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ کافر کہتے ہیں اللہ کی کوئی نشانی کیوں نہیں اُتری۔ آپ کو حکم ہوا، یہ کہو غیب کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے''۔ (صفحہ ۱۲۲)

(مصنف کی زبان دانی کا یہ دوسرا نمونہ ہے اللہ سے پہلے ''صرف'' اور بعد میں ''ہی'' دونوں میں ایک زائد ہے۔)

آگے لکھتے ہیں۔ ''مولوی احمد رضا نے اس حصر کو ختم کیا اور اولیاء کو علم غیب کا مالک بنایا۔ اس لیے انہوں نے یہاں اِنَّمَا کا ترجمہ چھوڑ دیا اور ترجمہ کیا ''تم فرماؤ غیب تو اللہ کے لیے ہے''۔ (صفحہ ۱۲۲)

اور آگے لکھتے ہیں ''خود مولوی نعیم الدین صاحب نے بھی اس طرح ترجمہ کیا کہ آپ فرمادیجئے کہ غیب تو اللہ کے لیے ہے''۔ (ص ۱۲۲)

مصنف کے زعم کے مطابق امام احمد رضا نے کلمہ حصر انما کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے۔ اس پر انہوں نے اور بھی کئی جگہ اعتراض کیے ہیں۔ کچھ اعتراض تو آگے اپنے مقامات پر آئیں گے؛ لیکن سورۂ الانعام کی ایک آیت اور سورۂ اعراف کی ایک آیت کے ترجموں پر کیے گئے اعتراضوں کے جواب فقیر کی غفلت کی وجہ سے برجا نہیں آسکے اس لیے ترجمۂ آیت زیر بحث کا جواب کچھ دیر کے لیے موقوف کر کے پچھلی دونوں آیتوں پر کیے گئے اعتراضوں کے جواب حاضر کیے جارہے ہیں۔ آیت زیر بحث پر کیے گئے اعتراض کا جواب انشاء اللہ ان جوابوں کے ساتھ ازخود ہوجائے گا۔ مزید تین۳ اعترضات کے جواب بھی ان جوابوں کے ساتھ ہو جائیں گے۔ وہ آیتیں جن پر اعتراض کیے گئے ہیں سورۂ کہف کی آیت ۱۱ سورۂ مریم کی آیت ۱۹ اور سورۂ ملک کی آیت ۲۶ ہیں۔ ان تین۳ آیتوں کے ترجموں پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات اگر تشنہ رہ گئے تو انشاء اللہ اُن کو اُن کے مقام پر تفصیل سے درج کیا جائے گا۔

سورۂ انعام کی آیت ۱۰۹ (جس کو مصنف آیت ۱۱۰ لکھتے ہیں) کا ترجمہ امام احمد رضا نے یوں کیا تھا۔ ''تم فرماؤ کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں''۔

اس پر اعتراض کرتے ہوئے مصنف رقم طراز ہیں۔ ''کیونکہ مولوی احمد رضا صاحب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل و معجزات کا مالک بنا کر مسلمانوں کے ایمان اور عقیدۂ توحید کی اینٹ سے اینٹ بجانا تھی، جبکہ یہ اور اس طرح کی تمام آیات اُن کے عقیدہ و مشن کے خلاف ہیں۔ اس لیے خان صاحب نے شروع ہی سے ترجمہ بگاڑا۔ اوّل وکیل کا ترجمہ ''کڑوڑے'' کیا پھر اس کے بعد ''اِنَّمَا'' کا ترجمہ چھوڑ دیا''۔ (۱۲۲)

مصنف کا ماننا ہے کہ ''اِنَّمَا'' کا ترجمہ ''صرف'' یا ''ہی'' ہوسکتا ہے اور امام احمد رضا نے نہ تو ترجمے میں ''ہی'' لکھا اور نہ ''صرف''۔ آگے چل کر کلمات ''جزایں نیست'' کو بھی ان میں شامل کر لیتے ہیں لیکن صاف صاف یہ بھی لکھ دیتے ہیں۔ ''اِنَّمَا'' سے جو حصر مقصود ہے وہ اردو میں کلمہ ''صرف'' سے تو حاصل ہوتا ہے کلمہ ''ہی'' سے اتنا نہیں''۔ (ص ۱۲۳)

اور امام احمد رضا نے ترجمے میں ''صرف'' یا ''ہی'' یا ''جز ایں نیست'' کچھ نہیں لکھا اس لیے اُن کے خیال میں وہ خیانت کے مجرم ہوئے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

علامہ محمود الحسن صاحب کے شاگردوں اور وارثوں کو اردو زبان و قواعد کے بارے میں کوئی رائے دینے سے پہلے اپنے مورث کی اردو دانی پر بھی غور کرنا چاہیے تھا؛ لیکن انہوں نے غور نہیں کیا اور فتویٰ دے دیا۔ اب انہیں اس فتوے کو خود پر بھی چسپاں کرنا چاہیے۔ کڑوڑا کی بحث کافی ہو چکی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا واقعی امام احمد رضا نے کلمہ حصر "اِنَّمَا" کا ترجمہ چھوڑ دیا۔ لیکن اس سے پہلے یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ اُن کے مخدوموں نے اس آیت کا کیا ترجمہ کیا ہے۔ علامہ اشرف علی تھانوی صاحب کے ترجمے کے الفاظ یہ ہیں:

"آپ (جواب میں) کہہ دیجئے کہ نشانیاں سب خدا تعالیٰ کے قبضے میں ہیں"۔

اور علامہ محمود الحسن صاحب کا ترجمہ یہ ہے "تو کہہ دے کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں"۔

ان دونوں ترجموں میں بھی "صرف"، "ہی" یا "جزایں نیست" جیسے کلمات میں سے کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ دونوں بھی کلمہ حصر "اِنَّمَا" کا ترجمہ کھا گئے۔ "فاضل بریلوی کا مشن" کے مصنف قاسمی ہیں، دیوبند کے مدرسے سے فارغ ہیں، ندوۃ العلماء کی ایک شاخ کے مہتمم ہیں، چہرے پر داڑھی بھی ہے، موقع ملے تو نماز کی امامت بھی کر لیتے ہیں، طلبہ اور عامۃ الناس کو سچائی اور قبولِ حق کی تعلیم بھی دیتے رہتے ہیں۔ اس لیے اُن کے اندر قبولِ حق کا مادّہ ضرور ہونا چاہیے۔ اگر ہے تو وہ اعتراف بلکہ اعلان کریں کہ علامہ اشرف علی تھانوی او علامہ محمود الحسن صاحبان نے کلمہ حصر "اِنَّمَا" کا ترجمہ ترک کر کے قرآن کے ترجمے کو بگاڑا ہے اور وہ مسلمانوں کے ایمان اور عقیدۂ توحید کی اینٹ سے اینٹ بجانا چاہتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے امام احمد رضا کے بارے میں بھی یہی باتیں لکھی ہیں اور اس لیے کہ انہوں نے کلمہ حصر "اِنَّمَا" کا ترجمہ صرف "ہی" یا "جزایں نیست" سے نہیں کیا تھا۔ یہ مصنف کے کردار کا امتحان ہے۔ دیکھنا ہے وہ اس میں پاس ہوتے ہیں یا فیل۔

اگر ایسا نہیں کر سکتے تو اپنی اردو نادانی پر ماتم کریں کیونکہ اردو میں کلماتِ حصر وہی تین نہیں ہیں جو انہوں نے شمار کرائے ہیں بلکہ مختلف مواقع کے لیے یہ بھی ہیں۔

اکیلا، بس، بھر (جیسے مٹھی میں)، بھی، تنہا، تو، خالی، فقط، محض، ی (جیسے یہی، اسی، انہی وغیرہ میں)

اور امام احمد رضا نے "اِنَّمَا" کا ترجمہ "تو" کیا ہے۔ یہی ترجمہ علامہ محمود الحسن صاحب نے بھی کیا ہے، لیکن علامہ اشرف علی تھانوی صاحب واقعی کلمہ حصر "اِنَّمَا" کا ترجمہ کھا گئے۔ فرمایئے کیا فتویٰ ہے اب علامہ تھانوی کے بارے میں۔

سورۂ اعراف کی آیت ۱۸۷ کا ترجمہ امام احمد رضا نے یوں فرمایا تھا۔

"تم فرماؤ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے"۔

اس آیت میں بھی "اِنَّمَا" کا ترجمہ "تو" کیا گیا ہے اور آیت زیرِ بحث (سورۂ یونس ۱۲۲) میں بھی "اِنَّمَا" کا ترجمہ "تو" کیا گیا ہے۔ اب مصنف بتائیں کہ اس ترجمے میں کیا غلطی ہے اور اگر ہے تو وہ غلطی تھانوی صاحب اور محمود الحسن صاحب کے اوپر نقل کیے گئے ترجموں میں ہے یا نہیں۔

اس بحث کے بعد سورۂ یونس کے ترجمے میں علامہ محمود الحسن صاحب کا فعل متعدی المتعدی کا شوق بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔

آیت ۱۸: جناب علامہ نے اس طرح ترجمہ فرمایا تھا۔

''تو کہہ کیا تم اللہ کو بتلاتے ہو جو اُس کو معلوم نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں''۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے اس طرح ترجمہ فرمایا تھا۔

''تو کہہ تم اللہ کو جتاتے ہو جو اُس کو معلوم نہیں کہیں آسمانوں میں یا زمین میں''۔

شاہ صاحب کے لفظ ''جتاتے'' کو علامہ صاحب نے ''بتلاتے'' کردیا۔ یہ شوق نہیں تو اور کیا ہے؟

امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ یوں لکھایا۔

''تم فرماؤ کیا اللہ کو وہ بات جتاتے ہو جو اُس کے علم میں نہ آسمانوں میں ہے نہ زمین میں''۔

آیت ۲۳: حضرت علامہ کا ترجمہ اس طرح ہے۔ ''پھر ہم بتلادیں گے جو کچھ تم کرتے تھے''۔

شاہ صاحب کا ترجمہ یوں ہے: ''پھر ہم بتادیں گے جو کچھ کہ تم کرتے رہے''۔

شاید علامہ ''جتانا'' کو متروک سمجھتے تھے اس لیے اس کو ''بتلانا'' سے بدل دیتے تھے۔ امام احمد رضا نے یوں ترجمہ املا کرایا۔

''اُس وقت ہم تمہیں جتادیں گے جو تمہارے کوتک تھے''۔

آیت ۲۵: علامہ صاحب کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

''اللہ بُلاتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف اور دکھلاتا ہے جس کو چاہے راستہ سیدھا''۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنے ترجمے میں ''دکھاتا'' لکھا تھا جو علامہ کو پسند نہیں آیا اور ''دکھاتا'' کو ''دکھلاتا'' سے بدل دیا۔ امام احمد رضا کا ترجمہ اس طرح ہے:

''اللہ سلامتی کے گھر کی طرف پکارتا ہے اور جسے چاہے سیدھی راہ چلاتا ہے''۔

سورۂ ھود

آیت ۱۰: علامہ محمود الحسن کا ترجمہ اس طرح ہے۔

''اور اگر ہم چکھادیں اُس کو آرام بعد تکلیف کے جو پہنچی تھی اس کو تو بول اُٹھے دور ہوئیں بُرائیاں مجھ سے وہ تو اترانے والا شیخی خورا ہے''۔

''آرام چکھانا'' اردو نہیں ہے۔ عربی کے الفاظ کا لفظی ترجمہ ہوسکتا ہے۔ امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ یوں لکھایا۔

''اور اگر ہم اس کو نعمت کا مزہ دیں اُس مصیبت کے بعد جو اُسے پہنچی تو ضرور کہے گا کہ برائیاں مجھ سے دور ہوئیں بے شک وہ خوش ہونے والا بڑائی مارنے والا ہے۔''

''آرام چکھادینا'' کے مقابلے میں ''نعمت کا مزہ دینا'' کی معنویت قابل غور ہے۔

آیت ۲۲: علامہ محمود الحسن صاحب نے ترجمہ تحریر فرمایا۔

''اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ آخرت میں یہی ہیں سب سے زیادہ نقصان میں۔''

''یہ لوگ'' اور یہی'' میں سے ایک زائد ہے۔ یا تو ''یہ لوگ'' ہی ہوتا یا پھر ''یہی'' ہوتا۔ دونوں کے ہونے سے تفہیم میں الجھن پیدا ہو رہی ہے۔ امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ یوں رقم کرایا۔

''خواہ مخواہ وہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہیں''۔

اختصار نے ترجمے میں جان ڈال دی ہے۔

آیت ۴۰: علامہ محمود الحسن صاحب کا ترجمہ اس طرح ہے۔

''کہا ہم نے چڑھا لے کشتی میں ہر قسم سے جوڑا دو ۲ عدد''

یہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں طوفان کے وقت جانوروں کے جوڑے رکھے جانے کی بابت ہے۔ معلوم تو یہ ہوا ہے کہ بہت سے جانوروں کے جوڑے کشتی میں رکھے گئے تھے؛ لیکن علامہ کے ترجمے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو جوڑے ہی کشتی میں رکھے گئے تھے۔ یہ خامی ہے۔

امام احمد رضا نے یوں ترجمہ تحریر کرایا۔

''ہم نے فرمایا کشتی میں سوار کر لے ہر جنس میں سے ایک جوڑا نر و مادہ''۔

آیت ۵۲: علامہ محمود الحسن صاحب کے مترجمہ قرآن میں ترجمہ اس طرح لکھا ہے۔

''پھر رجوع کرو اسی کی طرف چھوڑے گا تم پر آسمان سے دھاریں اور زیادہ دے گا تم کو زور پر زور۔''

''زیادہ'' بھی اور ''زور پر زور'' بھی۔ امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ اس طرح فرمایا۔

''پھر اُس کی طرف رجوع لاؤ تم پر زور کا پانی بھیجے گا اور تم میں جتنی قوت ہے اُس سے زیادہ دے گا''۔

آیت ۵۳: علامہ محمود الحسن صاحب کا ترجمہ قابل غور ہے، تحریر فرماتے ہیں۔

''اور ہم نہیں چھوڑنے والے اپنے ٹھاکروں (معبودوں) کو تیرے کہنے سے''۔

ترجمے میں لفظ ''ٹھاکروں'' شاہ عبد القادر صاحب نے داخل کیا تھا۔ (اُن کی کوئی مجبوری رہی ہوگی) علامہ کو یہ لفظ یا تو مشکل لگا یا اس کو متروک سمجھا؛ لیکن اُن کے اتنا من بھایا کہ اُس کو خارج نہیں کیا؛ بلکہ بریکٹ میں اُس کا مطلب لکھ دیا۔ وہ چاہتے تو اس لفظ کو نکال بھی سکتے تھے مگر نہیں نکالا۔ امام احمد رضا نے اس طرح ترجمہ املا کرایا۔

''اور ہم خالی تمہارے کہنے سے اپنے خداؤں کو چھوڑنے کے نہیں''۔

آیت ۵۴: علامہ کا یہ ترجمہ قواعدِ زبان کے لحاظ سے بھی قابل غور ہے، تحریر فرماتے ہیں۔

''تجھ کو آسیب پہنچایا ہے کسی ہمارے ٹھاکروں (معبودوں) نے بری طرح''۔

خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیے۔ لفظ ''کسی'' کے ساتھ ٹھاکر (معبود) کا محل تھا۔ اگر ٹھاکروں (معبودوں) ہی لانا تھا تو ''کسی'' کے بجائے ''کنہیں'' ہونا چاہیے تھا؛ لیکن لکھا جا چکا ہے کہ علامہ اردو

زبان کے مزاج سے قطعاً نابلد تھے۔ امام احمد رضا نے یوں ترجمہ رقم کرایا۔

"ہمارے کسی خدا کی تمہیں بُری جھپٹ پہنچی"۔

آیت ۵۹: علامہ صاحب نے اس طرح ترجمہ کیا۔

"اور نہ مانا اُس کے رسولوں کو اور مانا حکم اُن کا جو سرکش تھے مخالف"۔

آخر میں "مخالف" بے تکا سا معلوم ہوتا ہے۔ اگر یوں ہوتا "جو سرکش اور مخالف تھے" تو بات صاف ہو جاتی۔ بہر حال امام احمد رضا نے اس طرح ترجمہ فرمایا۔

"اور اُس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر بڑے سرکش ہٹ دھرم کے کہنے پر چلے۔"

آیت ۹۷: حضرت علامہ نے ترجمہ تحریر فرمایا۔

"پھر وہ چلے حکم پر فرعون کے اور نہیں بات فرعون کی کچھ کام کی"۔

امام احمد رضا کا ترجمہ اس طرح ہے۔ "تو وہ فرعون کے کہنے پر چلے اور فرعون کا کام راستی کا نہ تھا۔"

آیت ۱۰۱: علامہ کا ترجمہ یوں ہے۔

"پھر کچھ کام نہ آئے اُن کے ٹھاکر (معبود) جن کو پکارتے تھے سوائے اللہ کے"۔

امام احمد رضا نے یوں ترجمہ لکھایا۔

"تو اُن کے معبود جنہیں اللہ کے سوا پوجتے تھے اُن کے کچھ کام نہ آئے"۔

کون سا ترجمہ بہتر ہے یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔

آیت ۱۰۹: علامہ صاحب نے اس طرح ترجمہ فرمایا۔

"اور ہم دینے والے ہیں اُن کو اُن کا حصہ یعنی عذاب سے بلا نقصان"۔

آخری فقرے کا مفہوم سمجھنا ہر شخص کے لیے آسان نہیں۔ امام احمد رضا نے یوں ترجمہ فرمایا۔

"اور بے شک ہم اُن کا حصہ انہیں پورا پھیر دیں گے جس میں کمی نہ ہوگی"۔

سورۂ یوسف

آیت ۳: علامہ محمود الحسن اس آیت کے ایک جُز کا ترجمہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

"ہم بیان کرتے ہیں تیرے پاس بہت اچھا بیان"۔

اچھا بیان بیان کرنا چہ معنی دارد؟ اس کو صحیح اور فصیح اُردو نہیں کہتے۔ امام احمد رضا نے یوں ترجمہ املا کرایا۔

"ہم تمہیں سب سے اچھا بیان سناتے ہیں"۔ دونوں ترجموں کا فرق کسی سے چھپا نہیں ہے۔

آیت ۳۰: علامہ کا ترجمہ اس طرح ہے۔

"عزیز کی عورت خواہش کرتی ہے اپنے غلام سے اُس کے جی کو فریفتہ ہو گیا اُس کا دل اُس کی محبت میں"

"خواہش کرتی ہے جی کو" خدا جانے کہاں کی اردو ہے۔ امام احمد رضا نے یوں ترجمہ فرمایا۔

''عزیز کی بیوی اپنے نوجوان کا دل لبھاتی ہے بے شک اُس کی محبت اُس کے دل میں پیر گئی ہے''۔

آیت ۵۱ : علامہ صاحب نے ایک جز کا ترجمہ اس طرح لکھا۔

''کہا بادشاہ نے عورتوں کو کیا حقیقت ہے تمہاری جب تم نے پھسلایا یوسف کو اُس کے نفس کی حفاظت سے''۔

بادشاہ نے عورتوں سے کہا یا عورتوں کو کہا؟ کیا صحیح ہے؟ امام احمد رضا نے اس جز کا اس طرح جامع اور صاف ترجمہ فرمایا۔

''بادشاہ نے کہا اے عورتو تمہارا کیا کام تھا جب تم نے یوسف کا جی لبھایا''۔

آیت ۷۷: علامہ محمود الحسن صاحب کا یہ ترجمہ قابلِ داد اور قابلِ دید ہے۔ فرماتے ہیں۔

''تب آہستہ سے کہا یوسف نے اپنے جی میں اور اُن کو نہ جتایا کہا جی میں کہ تم بدتر ہو درجے میں''۔

جی (دِل) میں جو بات کہی جاتی ہے وہ آہستہ ہی ہوتی ہے۔ بالاعلان نہیں۔ اس لیے خط کشیدہ (آہستہ سے) بھرتی کا ہے اور ''جی میں'' ایک بار لکھ کر سیری نہیں ہوئی تو اُس کو دوبارہ لکھ کر تسکین حاصل کی۔ یہ تکرار لاحاصل ہے۔ امام احمد رضا نے اس کا یہ ترجمہ املا کرایا تھا۔

''تو یوسف نے یہ بات اپنے دل میں رکھی اور اُن پر ظاہر نہ کی جی میں کہا تم بدتر جگہ ہو''۔

آیت ۱۰۲: علامہ محمود الحسن صاحب نے اس کے ایک جز کا ترجمہ یوں رقم فرمایا۔

''اور تو نہیں تھا اُن کے پاس جب وہ ٹھہرانے لگے اپنا کام اور فریب کرنے لگے''۔

اس ترجمے میں ''کام ٹھہرانے'' پر نظر رکھیے اور امام احمد رضا کا یہ ترجمہ ملاحظہ فرمایئے جو زبان کی صفائی میں بے مثل ہے۔

''اور تم اُن کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنا کام پکا کیا تھا اور وہ داؤں چل رہے تھے''۔

آیت ۱۰۷: علامہ صاحب نے اس طرح ترجمہ تحریر فرمایا۔

''کیا نڈر ہوگئے اس سے کہ آ ڈھانکے اُن کو ایک آفت اللہ کے عذاب کی یا آپہنچے قیامت اچانک اور اُن کو خبر نہ ہو''۔

آفت یا مصیبت آ کر ڈھانک لیتی ہے یہ شاید ہی کسی نے کہیں اور سُنا یا پڑھا ہو۔ اب امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔

''کیا اس سے نڈر ہو بیٹھے کہ اللہ کا عذاب انہیں آ کر گھیر لے یا قیامت اُن پر اچانک آجائے''۔

اب دو نمونے فعل متعدی المتعدی کے بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔

آیت ۶: علامہ صاحب ترجمے میں یوں گل افشانی فرماتے ہیں۔

''اور سکھلائے گا تجھ کو ٹھکانے پر لگانا باتوں کا''

شاہ عبدالقادر صاحب نے اس کا ترجمہ یوں تحریر فرمایا تھا۔ ''اور سکھائے گا کل بٹھانی باتوں کی''۔

اس ترجمے میں علامہ کو "سکھائے گا" یا تو متروک معلوم ہوا یا مشکل یا پھر غلط، تبھی تو انہوں نے اس کو "سکھلائے گا" سے بدلا۔

امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ اس طرح لکھا۔ "اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا"۔

آیت ۵۳: علامہ محمود الحسن صاحب نے اس طرح ترجمہ تحریر فرمایا۔

"اور میں پاک نہیں کہتا اپنے جی کو بیشک جی تو سکھلاتا ہے برائی مگر جو رحم کر دیا میرے رب نے"۔

شاہ عبد القادر صاحب کا ترجمہ یہ ہے۔

"اور میں پاک نہیں کہتا اپنے جی کو جی تو سکھاتا ہے برائی مگر جو رحم کیا میرے رب نے"۔

علامہ صاحب کو "سکھاتا" تو غلط معلوم ہوا ہی تھا "کیا" بھی غلط معلوم ہوا۔ پوچھا جاسکتا ہے کہ ان دونوں لفظوں میں کیا برائی تھی۔ امام احمد رضا کا فی البدیہہ اور لاجواب ترجمہ یہ ہے۔

"اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا۔ بیشک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے۔"

سورۂ رعد

دونوں ترجموں سے چند آیات کے ہر ہر فقرے کا فقرے سے موازنہ ملاحظہ فرمایئے اور فیصلہ کیجیے کہ دونوں ترجموں میں کون سا ترجمہ عمدہ ہے اور کتنا عمدہ ہے۔

آیت نمبر	ترجمہ علامہ محمود الحسن صاحب	ترجمہ امام احمد رضا فاضل بریلوی
۱۷	اُتارا اُس نے آسمان سے پانی	اُس نے آسمان سے پانی اُتارا۔
	پھر بہنے لگے نالے اپنی اپنی موافق	تو نالے اپنے اپنے لائق بہہ نکلے۔
	پھر اوپر لے آیا وہ نالا جھاگ پھولا ہوا	تو پانی کی رَو اس پر اُبھرے ہوئے جھاگ اٹھا لائی
	اور جس چیز کو دھونکتے ہیں آگ میں واسطے زیور کے یا اسباب کے۔ اس میں بھی جھاگ ہے ویسا ہی۔	جس پر آگ دہکاتے ہیں گہنا یا اور اسباب بنانے کو۔ اُس سے بھی ویسے ہی جھاگ اُٹھتے ہیں۔
	یوں بیان کرتا ہے اللہ حق اور باطل کو	اللہ بتاتا ہے حق اور باطل کی یہی مثال ہے۔
	سو وہ جھاگ تو جاتا رہتا ہے سوکھ کر	تو جھاگ تو پھک کر دور ہو جاتا ہے۔
۲۱	اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں جس کو اللہ نے فرمایا ملانا	اور وہ کہ جوڑتے ہیں اُسے جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا
	اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے	اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں
	اور اندیشہ رکھتے ہیں برے حساب کا۔	اور حساب کی برائی سے اندیشہ رکھتے ہیں۔

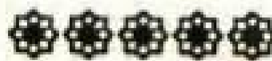
۲۵	اور جو لوگ توڑتے ہیں عہد اللہ کا مضبوط کرنے کے بعد	اور جو اللہ کا عہد اُس کے پکے ہونے کے بعد توڑتے (ہیں)
	اور قطع کرتے ہیں اُس چیز کو جس کو فرمایا اللہ نے جوڑنا	اور جس کے جوڑنے کو اللہ نے فرمایا اُسے قطع کرتے (ہیں)
	اور فساد اُٹھاتے ہیں ملک میں	اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔
	ایسے لوگ اُن کے واسطے ہے لعنت اور اُن کے لئے بُرا گھر	اُن کا حصہ لعنت ہی ہے اور اُن کا نصیبہ بُرا گھر
۳۱	اور اگر کوئی قرآن ہوا ہوتا	اور اگر کوئی ایسا قرآن آتا
	کہ چلیں اُس سے پہاڑ	جس سے پہاڑ ٹل جاتے
	یا ٹکڑے ہووے اُس سے زمین	یا زمین پھٹ جاتی
	یا بولیں اُس سے مُردے	یا مُردے باتیں کرتے
	تو کیا ہوتا	جب بھی یہ کافر نہ مانتے
۴۱	کیا وہ نہیں دیکھتے	کیا انہیں نہیں سوجھتا
	کہ ہم چلے آتے ہیں زمین کو گھٹاتے اُس کے کناروں سے	کہ ہم ہر طرف سے اُن کی آبادی گھٹاتے آرہے ہیں
۴۳	اور کہتے ہیں کافر تو بھیجا ہوا نہیں آیا (ایک چھوٹا سا حصہ)	اور کافر کہتے ہیں تو رسول نہیں

ایک بار کے مطالعے سے ہی دونوں ترجموں کا فرق واضح ہوجائے گا اور بار بار پڑھنے سے کچھ نکتے بھی ذہن نشین ہوں گے۔ اس سورۃ میں علامہ محمود الحسن صاحب نے اپنے مرغوب اور پسندیدہ فعل متعدی المتعدی کا مظاہرہ نہیں کیا؛ لیکن ان کی اس کمی کو اُن کے شاگرد اور ترجمے کے حاشیہ نویس علامہ شبیر احمد عثمانی نے پورا کردیا۔ سورت کی آخری آیت کے تفسیری حاشیے میں تحریر فرماتے ہیں۔

"یعنی تمہارے جھٹلانے سے کچھ نہیں ہوتا جبکہ خداوند قدوس میری صداقت کے بڑے بڑے نشان دکھلا رہا ہے"۔

اور بلاشبہ علامہ شبیر احمد عثمانی نے یہ حاشیہ لکھ کر اپنی فصاحت کے نشان بلند کرکے دکھا دیے۔

(جاری ہے......)



تصحیح اغلاط

''ترجمہ کنزالایمان کا لسانی جائزہ'' کے زیر عنوان فقیر کے مضمون کی اب تک چار قسطیں سہ ماہی ''افکار رضا'' ممبئی میں شائع ہو چکی ہیں۔ ان قسطوں میں منقولہ تراجم میں غیر ذمے دار ناشروں کے طبع کیے ہوئے غلط سلط ترجموں سے نقل کے سبب، نوٹس لینے سے مسودے کی تکمیل تک نقل در نقل کے عمل کے باعث اور کمپوزنگ میں ہونے والی بھول چوک کی وجہ سے متعدد غلطیاں در آئی ہیں۔ ان کی فہرست قارئین کے پیش خدمت ہے۔ گزارش ہے کہ ان اغلاط کی تصحیح فرمالی جائے۔ (کچھ اغلاط کی تصحیح پہلے کرائی جاچکی ہے)

اغلاط کی نشاندہی (جو فقیر کی درخواست پر کی گئی) کے لیے فقیر مولانا حافظ محمد شفیع رضوی امام و خطیب مسجد پہاڑ والی، سیف خاں سرائے سنبھل کا ممنون ہے۔ لیکن یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس فہرست کو حرف آخر نہیں کہا جاسکتا۔ ابھی ایسی غلطیاں بھی ہوسکتی ہیں جو گرفت میں نہیں آسکیں۔ اس لیے کہ بھول چوک انسانی سرشت کا خاصہ ہے۔ جو حضرات مزید نشاندہی فرمائیں گے ان کا ممنون رہوں گا۔

صابر سنبھلی

شمارہ افکار رضا بابت جولائی تا دسمبر ۲۰۰۰ء جلد ۶ شمارہ ۳۔۴ (مشترکہ شمارہ)

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۸	۱۹	تم فرماؤ اللہ ہی کو ہدایت ہدایت ہے	تم فرماؤ اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے
۲۲	۲۰	آیت ۷۸	آیت ۱۷۸
۲۳	۱۲	فرض کردیا گیا جب حاضر ہو کسی کو تم میں موت	فرض کردیا گیا تم پر جب حاضر ہو کسی کو تم میں موت
۲۳	۱۴	تم پر فرض ہوا کہ جب تم میں سے کسی کو موت آئے	تم پر فرض ہوا کہ جب تم میں کسی کو موت آئے
۲۴	۱	جس کے گھر والے نہ رہتے ہوں مسجد حرام کے پاس	جس کے گھر والے نہ رہتے ہوں مسجد الحرام کے پاس
۲۴	۱۰	اور خرچ راہ لے لیا کرو کہ خرچ راہ میں بہتر ہے	اور خرچ راہ لیا کرو کہ خرچ راہ میں بہتر ہے
۲۴	۱۶	اور توشہ ساتھ لے لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے	اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے
۲۴	۱۹	اور جھڑ جھڑا گئے	اور جھڑ جھڑائے گئے

۲۵	۱۱	یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیروں کے لیے ہے	یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لیے ہے
۲۵	۱۷	اور اگر نہ ہوتا دفع کرا دینا اللہ کا ایک دوسرے سے	اور اگر نہ ہوتا دفع کرادینا اللہ کا ایک کو دوسرے سے
۲۵	۲۴	اور اگر لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے	اور اگر اللہ لوگوں میں بعض کو بعض سے دفع نہ کرے

شمارہ افکار رضا بابت جنوری تا مارچ ۲۰۰۱ء جلد ۷ شمارہ ۱

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۹	۲۳	میں اپنا منہ اللہ کے حضور جھکائے ہوئے ہوں	میں اپنا منہ اللہ کے حضور جھکائے ہوں
۹	۲۵	مگر اس حالت میں کہ کرنا چاہو اُن سے بچاؤ	مگر اس حالت میں کہ کرنا چاہو تم اُن سے بچاؤ
۱۰	۱۲	کاش مجھ میں اور اُس میں دور کا فاصلہ ہو	کاش مجھ میں اور اُس میں دور کا فاصلہ ہوتا
۱۰	۱۵	پھر قبول کیا اُن کے رب نے اچھی طرح کا قبول اور بڑھایا اُن کو......	پھر قبول کیا اُس کو اس کے رب نے اچھی طرح کا قبول اور بڑھایا اُس کو
۱۰	۲۲	جب ڈالنے لگے قلم کہ کون پالے مریم کو	جب ڈالنے لگے اپنے قلم کہ کون پالے مریم کو
۱۱	۷	جو لوگ مول لیتے ہیں اللہ کے قرار پر اور اپنی قسموں پر تھوڑا مول	جو لوگ مول لیتے ہیں اللہ کے قرار پر اور اپنی قسموں پر تھوڑا سا مول
۱۳	۲۰	اے ایمان والو اگر تم کچھ کتابیوں کے کہنے پر چلے تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر کرکے چھوڑیں گے۔	اے ایمان والو اگر تم کچھ کتابیوں کے کہے پر چلے تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر کر چھوڑیں گے۔
۱۸	۱۴	آیت ۶۱	آیت ۱۱۵
۱۹	۱	اگر تم زبان ملوگے یا نچا جاؤ گے	اگر تم زبان ملوگے یا بچا جاؤ گے
۱۹	۱۹-۲۰	تجھ سے درخواست کرتے ہیں اہل کتاب کہ تو اُن کو اُتار لاوے لکھی ہوئی کتاب آسمان سے۔ سو مانگ چکے ہیں موسیٰ	تجھ سے درخواست کرتے ہیں اہل کتاب کہ تو اُن پر اُتار لاوے لکھی ہوئی کتاب آسمان سے، سو مانگ چکے ہیں

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
		سے اس سے بھی بڑی چیز اور کہا کہ ہم کو دکھادے اللہ کو......	موسیٰ سے اس سے بھی بڑی چیز اور کہا ہم کو دکھلادے اللہ کو......
۱۹	۲۴	بولے ہمیں اللہ کو اعلانیہ دکھادو	بولے ہمیں اللہ کو علانیہ دکھادو
۲۰	۱	کڑک نے آلیا اُن کے گناہ پر	کڑک نے آلیا اُن کے گناہوں پر
۲۰	۱۵	اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقۃً کلام فرمایا	اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا

افکار رضا بابت اپریل تا جون ۲۰۰۱ء جلد ۷ شمارہ ۲

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۵	۲۵	اور جو مرد یا عورت چور ہو تو اُن کے ہاتھ کاٹو	اور جو مرد یا عورت چور ہو تو اُن کا ہاتھ کاٹو
۶	۶-۷	اور لوگوں کی خوب سُنتے ہیں جو تمہارے پاس حاضر نہیں ہوئے ان کی باتوں کو اُس کے ٹھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں	اور لوگوں کی خوب سُنتے ہیں جو تمہارے پاس حاضر نہ ہوئے اُن کی باتوں کو اُن کے ٹھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں۔
۶	۱۶	تم دوڑ کر خوبیاں لو	تم دوڑ کر لو خوبیاں
۶	۱۹	تم بڑھ کر خوبیاں لو	تم بڑھ کر لو خوبیاں
۷	۹	لوگ جو کتاب دیے گئے تم سے پہلے اور کافروں کو اپنا دوست	لوگ جو کتاب دیے گئے تم سے پہلے اور نہ کافروں کو اپنا دوست
۷	۱۶	دیے گئے تم سے پہلے اور جو کافر ہیں	دیے گئے تم سے پہلے اور وہ جو کافر ہیں
۸	۱-۲	تم فرماؤ اے کتابیو تم کچھ بھی نہیں ہو جب تک نہ قائم کرو توریت اور انجیل اور کچھ تمہارے رب کے پاس سے اُترا	تم فرمادو اے کتابیو تم کچھ بھی نہیں ہو جب تک نہ قائم کرو توریت اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اُترا
۸	۱۵	تو کہہ میں تم کو بتلاؤں ان میں سے کس کو بُری جزا ہے اللہ کے ہاں	تو کہہ میں تم کو بتلاؤں اُن میں کس کی بُری جزا ہے اللہ کے ہاں
۸	۲۱	تم فرماؤ کیا میں بتادوں جو اللہ کے یہاں ہیں بدتر درجہ میں	تم فرماؤ کیا میں بتادوں جو اللہ کے یہاں اس سے بدتر درجہ میں ہیں
۸	۲۸	پھر وہ بتلادے گا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے	پھر وہ جتلادے گا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے
۹	۱	تم سب کو وہ بتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے	تم سب کو پھر وہ جتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے

۱۰	۱۸	تم فرمادو کہ اللہ قادر	تم فرماؤ کہ اللہ قادر
۱۰	۲۱	تو کہہ میں نہیں چلتا تمہاری خواہش پر بیشک اب میں بہک جاؤں گا	تو کہہ میں نہیں چلتا تمہاری خوشی پر بیشک اب تو میں بہک جاؤں گا
۱۵	۲۸	آیت ۱۹۱	آیت ۹۱
۱۶	۱۶	چربی جو لگی ہو پشت پر یا انتڑیوں پر	چربی مگر جو لگی ہو پشت یا انتڑیوں پر
۱۶	۲۸	اُن کا کام اللہ کے حوالے ہے پھر وہی بتلائے گا اُن کو......	اُن کا کام اللہ ہی کے حوالے ہے پھر وہی جتلائے گا اُن کو......
۱۷	۱	اُن کا کام حوالے اللہ کے پھر وہی بتادے گا ان کو۔	ان کا کام حوالے اللہ کے پھر وہی جتادے گا اُن کو

افکار رضا بابت جولائی تا ستمبر ۲۰۰۱ء جلد ۷ شمارہ ۳

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۷	۹	بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس اُتارا	بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک وہ لباس اُتارا
۷	۱۸	بے شک وہ اور اُن کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں	بے شک وہ اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں
۸	۲۳	اب کیا نڈر ہیں بستیوں والے کہ پہنچے اُن پر آفت ہماری	اب کیا نڈر ہیں بستیوں والے کہ آپہنچے اُن پر آفت ہماری
۹	۶	لوگوں کی آنکھوں کو اور ان کو ڈرا دیا اور لائے بڑا جادو	لوگوں کی آنکھوں اور اُن کو ڈرا دیا اور بڑا جادو لائے
۹	۷	اپنا عصاء سو وہ جبھی نگلنے لگا	اپنا عصاء سو وہ جبھی لگا نگلنے
۹	۱۰	ڈالا لوگوں کی نگاہوں پر جادو کردیا	ڈالا لوگوں کی آنکھوں پر جادو کردیا
۱۱	۱۰۔۱۱ (بایاں کالم)	ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے تو اُن کے دل ڈر جائیں	ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے اُن کے دل ڈر جائیں
۱۱	۱۵ (داہنا کالم)	ہم نے اُن کو جو روزی دی ہے اُس میں سے خرچ	ہم نے جو اُن کو روزی دی ہے اُس میں خرچ
۱۱	۲۲ (بایاں کالم)	اور بے شک مسلمان کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا	اور بے شک مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا

۱۲	۱۰	تمہارا معاہدہ مسجد حرام کے پاس فرمایا	تمہارا معاہدہ مسجد حرام کے پاس ہوا
۱۲	۲۷	جو کوئی ان سے دوستی کرے گا وہی ظالموں میں ہے	جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں
۱۴	۹	تو جب اللہ نے اپنے فضل سے دیا اس میں بخل کرنے لگے	تو جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اس میں بخل کرنے لگے
۱۴	۱۱	جس دن تک وہ اس سے ملیں گے	جس دن تک کہ وہ اس سے ملیں گے
۱۵	۱۱	کچھ گنوار ایسے ہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ کریں	کچھ گنوار وہ ہیں کہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کریں

OOOOOO

منقبت

درشانِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

پیکرِ زہد و عبادت ہیں امام احمد رضا
قایدِ سُنّی جماعت ہیں امام احمد رضا

مخزنِ تقویٰ طہارت ہیں امام احمد رضا
صاحبِ علمِ صداقت ہیں امام احمد رضا

نجدیوں کا سر اُڑایا ہے قلم کے زور سے
پاسبانِ دین و ملت ہیں امام احمد رضا

جن کی خوشبو سے دلِ اہلِ سُنن معمور ہے
اِک گُلِ گلزارِ قدرت ہیں امام احمد رضا

مدحتِ احمد رضا ممکن نہیں قربانؔ سے
لکھ دیا کہ شانِ قدرت ہیں امام احمد رضا

از: ایم قربان علی کشن گنجوی، جامعہ مرکز الثقافۃ السنیہ الاسلامیہ۔ کیرالا

اعلیٰ حضرت کے ایک شعر کی صحیح ترجمانی
حضور شیخ الاسلام کی زبانی

تشریح از: حضور شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی الجیلانی مدظلہٗ العالی
ترتیب وتحشیہ از:۔ محمد نعیم برکاتی بن محمد سالار کپتھال، ہبلی (کرناٹک)

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم. اما بعد

رضاؔ یہ نعتِ نبی نے بلندیاں بخشیں
لقب زمینِ فلک کا ہوا، سمائے فلک ۱

بروز منگل ۲۶ رذی القعدہ ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۰ رفروری ۲۰۰۱ء بمقام آستانہ عالیہ درگاہ ہاشم پیر علیہ الرحمۃ بیجاپور میں عرسِ چہلم حضرت سید شاہ عبداللہ حسینی علیہ الرحمہ کے موقع پر عوام سے خطاب فرماتے ہوئے حضور شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرف الجیلانی مدظلہٗ العالیہ نے اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ کے ایک شعر کی تشریح بیان فرماتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

ایک آسمان تو وہ ہے جسے آپ سمائے دنیا کہتے ہیں۔ یہاں سے جو نظر آرہا ہے' یہ آسمان۔ مگر دوستو! صوفیاء کی نظر کچھ اور ہے۔ ان کی نظر میں ایک اور آسمان ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک آسمان اور ہے' وہ بھی سمائے دُنیا ہے اور اُس کو بھی خدا نے ستاروں سے آراستہ کردیا ہے۔ اور وہ ستارے بھی شیاطین پر رجم کر رہے ہیں۔اور اِس معنیٰ کی طرف امام احمد رضا کاایک شعر' جو اِس مفہوم کی طرف ذہن کو لے جاتا ہے۔

رضاؔ یہ نعتِ نبی نے بلندیاں بخشیں
لقب زمینِ فلک کا ہوا، سمائے فلک

ذرا سا آپ دیکھیں اور سوچیں۔ زمینِ فلک، سمائے فلک...... زمینِ فلک! لقب زمینِ فلک کا ہُوا' سمائے فلک!...... اور دیکھئے' یہ زمین جو اس آسمان کے نیچے ہے' یہ تو زمینِ فلک (یعنی فلک کی زمین یا آسمان کی زمین) جو اس آسمان کے نیچے ہے۔ تو یہ اُس (آسمان) کی زمین ہے نا؟...... تو یہ زمین' اُسی آسمان کی آسمان بن جائے!...... یہ زمین (آسمان کی طرف اشارہ کرکے) یہ کہے کہ وہ آسمان۔ اور آسمان (زمین کی طرف اشارہ کرکے) یہ کہے کہ یہ آسمان!...... تو زمین!...... کچھ ستاروں پر نظر زمین کی ہے' تو زمین نے کہا کہ وہ آسمان!...... اور کچھ ستاروں پر نظر' آسمان کی ہے' تو وہ کہتا ہے' یہ آسمان!...... کچھ ستاروں کی نظر اس آسمان (یعنی زمین، جو آسمان کی آسمان ہے) پر ہے۔ تو یہ زمین اس آسمان کا فلک اور

یہ آسمان اس زمین کا فلک! ...... یہ زمین' اس آسمان کا فلک!!..... اور واقعی دوستو!...... یہ فلک تو ایسا فلک ہے، یہ فلک بھی ناز کرتا ہے۔

آپ کہیں گے کہ عرشِ معلّٰی تو بہت اونچی چیز ہے نا؟ ..... عرشِ معلّٰی !...... کبھی عرش سے پوچھو کہ خود اُس کا عرش کیا ہے؟ ...... حضرت جنید بغدادی' عالمِ روحانیت کی سیر کرتے ہوئے مراقبہ کی دنیا سے گزر تے ہوئے پہنچتے ہیں (عرش کی طرف)۔ روحانی دنیا کی سیر کرتے ہوئے عرش کے قریب پہنچے۔ عرش کے قریب جب پہنچتے ہیں تو دیکھتے ہیں عرش کو کہ سرگرداں ہے۔ عرش کو سرگرداں دیکھتے ہیں، جیسے کسی کی تلاش میں ہے۔ اور عرش سے پوچھتے ہیں کہ اے عرش! تو تو خدا کی تجلّی گاہ ہے، تیرے لئے تو "ثم استوی علی العرش" ۔ ۲ کے الفاظ ہیں، تُو خدا کی خاص جلوہ گاہ ہے، تجھے کس کی تلاش ہے؟ ...... کہا:۔ بایزید!...... تم سے تو یہ کہا جاتا ہے کہ مَیں عرش پر ہوں (لیکن) مجھ سے یہ کہا جاتا ہے کہ مَیں "دِل" مومن کا ہوں۔ مَیں دلِ مومن ہوں ...... تو تُو میری تلاش میں' میں تیری تلاش میں! اللّٰھم صل علیٰ سیّدنا محمد وّ علیٰ اٰل سیدنا محمدٍ کما تحبُّ و ترضیٰ بان تصلیَ علیه۔

میں حضرت جنید بغدادی ہی کا ایک اور واقعہ سناؤں! ...... ایک صاحب کو شوق ہوگیا کہ خواب انہوں نے دیکھا۔ خواب کیا دیکھا تھا؟ ...... " مَیں عرشِ الٰہی کو سر پہ لے کے جارہا ہوں"۔ بڑا عجیب خواب تھا۔ سوچا' چلو بسطام شہر میں۔ حضرت جنید بغدادی سے (اس خواب کی) تعبیر پوچھیں۔ جب وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ حضرت کا وصال ہوگیا ہے۔ کہا کہ چلو اچھا ہوا، کم سے کم کاندھا تو دے لیں گے اور نماز پڑھ لیں گے۔ یہ بات ہے تو خواب کی تعبیر نہیں مل سکی۔ اب اس کے بعد ہجوم اتنا! کہ کاندھا دینا بھی مشکل! مگر کیسے؟ ...... کوشش کرتے کرتے جنازے کے نیچے گھس گئے۔ اب اُسی کے اندر ذرا سا تھوڑی سی عافیت جو محسوس کی تو چلتے چلتے سوچتے' حضور! مَیں تو آیا تھا ایک خواب کی تعبیر پوچھنے، کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ "مَیں عرشِ الٰہی کو لے کے چل رہا ہوں" ...... اندر سے آواز آئی: "یہی تیرے خواب کی تعبیر ہے" ...... قلب المؤمن عرش اللہ...... مومن کا قلب، عرشِ الٰہی ہے ...... مومن کا قلب عرشِ الٰہی ہے۔...... تو دوستو! کچھ ہی دنوں پہلے تم نے زمین کے اندر عرشِ الٰہی کو اُتارا ہے۔ ۳؎ اللّٰھم صل علیٰ سیّدنا محمد وّعلیٰ اٰلِ سیّدنا محمد کما تحبّ و ترضیٰ بان تصلّی علیه۔

مومن کا دل جو ہے' وہ عرشِ الٰہی ہے۔ اب عرش تو اپنے عرش کی تلاش میں ہے ...... ہم اُس عرش کی تلاش میں ہیں' وہ اپنے عرش کی تلاش میں ہے...... زمین اُسے آسمان کہہ رہی ہے۔ آسمان، اِسے (زمین کو) آسمان کہہ رہا ہے۔

رضا یہ نعتِ نبی نے بلندیاں بخشیں
لقب زمینِ فلک کا ہوا سمائے فلک!

تو یہ زمین جو ہے، یہ بھی ستاروں کی جگہ ہے ...... یہ بھی ستاروں کے رہنے کی جگہ ہے۔ تو قرآن یہ کہنا چاہتا ہے کہ ہم نے اس فرشِ زمین کو ستاروں سے مزیّن کردیا ہے اور اِن ستاروں کو شیاطین کے لئے

رجم بنادیا ہے(وجعلنٰها رجوماً للشیٰطین ۴ء) اِن ستاروں کو شیاطین کے لئے ہم نے رجم بنادیا ہے۔ یہ ستارے کون ہیں؟...... ان ستاروں کو نہیں سمجھے تم؟...... اصحابی کالنّجوم ۵! ...... یہ میرے سارے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں...... العلماء نجومُ الارض، یہ علماء جو ہیں، یہ زمین کے ستارے ہیں۔ علماء اُمتی کاالنّجوم بهایخرف البحر و البر...... علمائے اُمت جو ہیں، تو یہ ستاروں کی طرح ہیں، جن سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔ بحر و بر میں...... اِن سے ہدایت حاصل کی جارہی ہے۔ تو یہ زمین کے ستارے!...... یہ زمین کے ستارے!! ...... ذرا سا آپ خیال کریں، فلا اُقسم بمواقع النجوم ۶!...... میں قسم یاد فرماتا ہوں ستاروں کے رہنے کی جگہ کی...... میں قسم یاد فرماتا ہوں ستاروں کے رہنے کی جگہ کی!!۔ یہ اولیائے کرام کے مزارات جو ہیں، یہ ستاروں کے رہنے کی جگہ ہیں ۷۔ فلا اقسم بمواقع النجوم!...... میں اِن کے رہنے کی جگہوں کی قسم یاد فرماتا ہوں۔ الخ وما علینا الا البلاغ المبین

حوالہ جات

۱ حدائق بخشش حصہ اول صفحہ ۴۲ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی

۲ پارہ نمبر ۱۱ سورۂ یونس آیت ۳ پارہ ۱۳ سورۂ رعد آیت ۲۔ پارہ ۱۹ سورۂ فرقان آیت ۵۹۔ پارہ ۲۱ سورۂ سجدہ آیت نمبر ۴ پارہ حدید آیت ۴۔

۳ یعنی حضرت شاہ سید عبداللہ حسینی علیہ الرحمہ۔ جن کا اس روز عرس چہلم منایا گیا۔

۴ پارہ ۲۹ سورۂ ملک آیت ۵۔

۵ حدیث مشکوٰۃ شریف باب مناقب الصحابة الفصل الثالث۔

۶ پارہ نمبر ۲۷ سورۂ واقعہ آیت نمبر ۷۵۔

۷ تفسیر روح البیان میں ہے: ۔

وقیل النجوم الصحابة والعلماء الهارون ومواقعهم القبور۔ (پارہ ۲۷ سورۂ واقعہ تفسیر آیت ۷۵)

ترجمہ: اور بعض نے کہا کہ یہاں ستاروں سے صحابۂ کرام اور وہ ہادی علماء مراد ہیں جو اِن (صحابہ) کے بعد دُنیا میں تشریف لائے، یعنی اولیائے کرام۔ اور مواقع سے مراد ان کی قبور (مزارات)۔

نیز حضرت مُلّا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

او النجوم نجوم الصحابة و مواقعها مساجدهم او مقابرهم۔ (تفسیر احمدی از ملّا جیون علیہ الرحمہ)



بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

”امام العصر“

نجدی وہابیوں کی اپنے مذہب سے نہایت متضاد کتاب

از : علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی، کراچی، پاکستان

سعودی عرب میں وہابی مذہب کے مفتی اعظم عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی وفات کے بعد مؤسسة الجریسی للتوزیع والاعلان، ص۔ب۔ ۱۴۰۵، الریاض۔۱۱۴۳۱‘ سے ۷۹۶ صفحات کی ایک ضخیم کتاب شائع ہوئی ہے جس کے مؤلف ڈکٹور ناصر بن مسفر الزہرانی ہیں، وہ جامعہ ام القریٰ کی ہیئۃ التدریس کے رکن اور جامع عبدالعزیز بن باز، مکہ مکرمہ کے امام و خطیب ہیں۔ طبع دوم کی تاریخ اشاعت ربیع الآخر ۱۴۲۰ ہجری، کتاب پر درج ہے۔ صرف وہ منظومات اس کتاب میں صفحہ ۴۹۳ سے صفحہ ۷۶۸ تک درج ہیں جو مفتی بن باز کی وفات کے بعد تحریر کی گئی ہیں۔

اس کتاب کا نام ”امام العصر“ ہے۔ غیر مقلدین کے اس امام العصر کی تمام زندگی تقلید اور ائمہ سے شدید اختلاف بلکہ دشمنی میں گزری لیکن اس غیر مقلد وہابی کے ”مقلدین“ نے خود اسے ”امام العصر“ قرار دیا ہے اور اس کی تقلید کو سعادت قرار دیا ہے اور اس کی پیروی کی تاکید کی ہے۔ اس مفتی کے فتاوی، تعلیمات اور تحریرات میں جن باتوں کو واضح طور پر شرک، حرام، بدعت اور ناجائز قرار دیا گیا ہے، وہ تمام باتیں اس کتاب میں خود اس مفتی کے لیے فخریہ طور پر بیان ہوئی ہیں، یوں یہ کتاب خود اس مفتی اور اس کے وہابی مذہب کی تکذیب و تضحیک کا مرقع ہے اور خود وہابیوں کی طرف سے اس کتاب کی اشاعت ان کے اپنے ہاتھوں اپنے ہی عقیدہ و نظریات اور قول و فعل کے تضاد کا بیّن ثبوت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح و ثناء میں کہی جانے والی صحیح منظومات کو نہ صرف مبالغہ بلکہ شرک کہنے والوں نے اپنے اس امام کی مدح میں اتنا مبالغہ کیا ہے کہ شرک و کفر کے حوالے سے خود ان کے فتوے انہی پر چسپاں ہوگئے ہیں۔ اپنے اس ”امام العصر“ جو انہوں نے نور، شفیع، غوث، غیث، صاحب الجود، بر، کریم، رحیم، حلیم، شکور، ملاذ و ملجا، سیدنا، ہادینا، معین، سیدالعلم، قطب الحدیث، شمس الشموس، شیخ الشیوخ، مربی کبیر، رحمت، حی، قبلہ، زینۃ الدنیا، امام الدین، ناصرالدین، بدرالسماء، امامِ زمانہ اور جانے کیا کیا لکھا ہے۔ اس دن سلام بھیجا ہے جس دن وہ رب سے ملا اور سو سے زیادہ اشعار میں اس مفتی کی وفات کے بعد اسے ”یا“ کے لفظ سے پکارا ہے۔ اشعار سے پہلے کچھ جملے اور عنوان ملاحظہ ہوں:

امام فی التقوی، سخاء منقطع النظیر، الشفاعة الحسنة، من قصص العطاء، امام العلماء، امام العصر، بازینۃ الدھر، نورالایمان، رحمک اللہ یا شیخنا، من وحی البیان، رحمک اللہ یا ابا عبداللہ، ولسوف یذکرک الزمان، امام فی علمہٖ قدوۃ فی سلوکہ، کان فی موتہ موت امۃ، کان طودا شامخا فی العلم والزھد والتقوی وحب الخیر، الامام العلامہ، کوکب غار ضوءہ، ابن باز حمل ھموم الامة دون کلل او ملل، ووجدت ابن باز فی کافة اصقاع الارض،

من القاهة الى التصرف، قبيل الفقد مفقود المثال، يا شيخ عز بنا احل القبور.... وغیرہم ایسے ایسے القابات سے نوازا گیا ہے کہ کوئی صحیح العقیدہ سنی اگر وہی جملے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لکھے تو دنیائے وہابیت سے شرک وکفر کے فتوے برسنے لگیں۔ اب کچھ اشعار ملاحظہ ہوں۔

صفحہ ۲۴۲ يا انخر فان الناس فيك ثلاثة   مستعظم او حاسد او جاهل
۲۴۳ يا من له في الناس ذكر سائر   كالشمس يشرق نورها وتجول
۲۴۵ عليك السلام فكم من وفاء   نفارقه منك كم من كم
۲۵۲ أيا قبر شيخي كنت اول حفرة   من الارض خطت للسماحة مضجعا
۲۵۲ ويا قبر شيخي كيف واريت شخصه   ولو كان حيا ضقت حتى تصدعا
۲۵۲ فلما مضى شيخي مضى الجود والندى   واصبح عرنين المكارم اجدعا
۲۵۳ ألست ترى موت العلى والمحامد   وكيف دفنا المجد في قبر واحد
۲۵۵ فان يك واراه التراب فلمرا   على الجود والمعروف والفضل اربعا
۵۴۶ وانت لارباب الحوائج مقصد   بما يسبغ المولى عليك ويوسع
۵۸۴ فنون العلم سهلها لفهم   تحل المشكلات له ذكاء
۵۷۸ كان عونا له على كسب رزق   والايامى به وجدان الشفيعا
۵۰۶ يا ايها الشيخ الجليل تحية   نهديكها بدموعنا تزدان
۵۰۸ نم يا سماحة شيخنا مستبشرا   فالقبر نور والحساب امان
۵۱۰ الى جنة الفردوس يا خير قدوة   فانت لاهل العلم حبر وقائد
۵۱۵ ويا سيدي يا دوحة العلم والهدى   لمن سيندى بعد الروض والزهر
۵۱۵ عليك سلام الله ما التاع خافق   وما ضاق بالاشجان من وله صدر
۵۱۴ اضعنا الهدى يا سيدي فتقطعت   غرانا واردانا بارزائد الدهر
۵۱۶ كريم كثير البذل، قدم جوده   اخر صدقات، كان لا يعرف المنا
۵۱۶ بشوش، بشوش، طيب القلب صادق   حميد السجايا، فهو كالروضة الفنا
۵۱۷ مجدد هذا القرن دون منازع   محدث هذا العصر، اكرمهم سنا
۵۱۸ سلامه عليه يوم يلقاه ربه   فلله ما احلى اللقاء وما اهنا
۵۱۹ بذكرك يا شيخ ابن باز تضرعت   قصائد من المداك بالشعر واشى
۵۲۱ يا اماما قاد السفينة حينا   في خضم الهدى بشق العبابا
۵۲۱ كنت غوث الضعيف لاتوانى   تسعف الاقربين والاغرابا
۵۲۳ لجسمك ان يغيبه الرحيل   ولكن طيب ذكرك لا يزول

۵۲۴	وكنت مع الجميع ابا رحيما	محب الخير ليس له بديل
۵۲۶	لك الله يا بدر الشريعة والهدى	لك الله من شيخ له القلب يقبل
۵۴۸	فيا غائبا عنا وان كنت حاضرا	مآثرك الجلى تلوح وتطلع
۴۵۹	فيا عبدالعزيز وانت حي	تسمت المكارم يا كريم
۵۳۶	فكر اضاء بنوره شمس الورى	واحل نوراء والحياة ظلام
۶۰۱	انت حي في كل ذرة رمل	من بلادي مامرك النسيان
۶۰۴	يا ابصر الناس هديا ودونما بصر	والناس في بصر عمي عن الرشد
۶۰۶	يا مفتي الاسلام كم فتوى بكم	امحى بها بعد الخصام ركام
۶۰۸	وعزاؤنا يا شيخنا في عالم	يدعو الى دين الهدى قوام
۶۱۰	لود عوني الى الفداء بنفسي	كنت والله يا ابن باز فداءك
۶۱۱	سر الى جنة الخلود باذن الله	واترك في العالمين ثناءك
۶۱۲	يا ايها الراحل المحبوب معذرة	اذا طغى من بحار الحزن تيار
۶۱۳	مامات من ذكره باق وسيرته	في كل قلب لها فيض وانوار
۶۱۷	يا وارثا للانبياء وانما	ورث الهدى والعلم والتسكينا
۶۲۱	غربت فيك المسلمين جميعهم	فقدوا بفقدك مرشدا ومعينا
۶۳۱	انا بر غم الحزن نحوم امرنا	بك يا عظيم الشان يا هادينا
۶۵۱	كانت حياتك يا امام زمانه	نهرا بفيض لآلها وفرائدا
۶۳۶	كنت يا ابن الباز طودا شامخا	كنت مثل الغيث للارض اليبوس
۶۳۸	يا جميل الفعال انت الجميل	وحديث الجمال عنك طويل
۶۴۱	كنت للمسلمين اشعاع نور	كل انظارهم اليه تميل
۶۵۳	لالم تمت فيك ذكرنا الى الابد	ياكوكب العلم بين المتن والسند
۷۱۶	عليك سلام الله يا من جلاله	على راسه قد كان تاجا مكللا
۷۱۲	سيد العلم و شيخ العلماء	ابن باز ناصر الدين الوفي
۷۱۳	يا ابن باز يا امام الدين	يا زينة الدنيا و يا حاتم طي
۷۰۴	وداعك يا عبدالعزيز مصيبة	وفقدك يا بحر العلوم عذاب
۶۹۳	هوالغيث يهمى ليله ونهاره	نوائله وفاقة وشرائحه
۶۷۶	الله اكبركم جمعت فضائلا	كرما و زهدا لا يفيه مديح
۷۴۷	يا ايها الكوكب الدري يا قمرا	بل يا ضياء اليه الناس تحتكم

۷۴۶ لا الشعر یوفیک یا شجی ولا الکلم	ولا الاقاتر والاوراق والقلم
۷۶۶ الاسقی اللہ قبرا انت ساکنہ	بالعفو والصفح والغفران یغنمہ
۷۶۴ ھیھات ان احصی فضائلکم	یا بحر بالقرطاس والقلم
۷۶۱ وممات الذی احیا مواتا	واخطا ذوالھوی ھصم الحیاۃ
۷۶۱ فیا للہ کیف حواک قبر	وکیف احاط معسول الصفات
۷۶۸ وصلی اللہ خالقنا علی من	یکون شفیعنا یوم القتام
۷۴۶ فواللہ ما ان قد رزیت بمثلہ	ولا مثلہ بین الخلائق یعصم

یہ اس کتاب سے سرسری مطالعے کے کچھ اقتباس ہیں، اس قدر مواد سے یہ تاثر واضح ہے کہ وہابیوں کے فتوے ہاتھی کے دانتوں کی مثل ہیں؛ کھانے کے اور دکھانے کے اور...... اگر ان کے فتوے خود ان کے نزدیک صحیح ہوں تو ان کا اولین ہدف بھی یہی ہیں لیکن انہیں اتنی عقل ہوتی تو یہ ایسے فتوے ہی کیوں داغتے۔ اب یہ خود ہی بتائیں کہ ان کے فتوے درست ہیں یا......!!

اگر اپنے فتوؤں کو یہ درست کہیں تو ان کی تحریریں خود ان کے فتوؤں کو انہی پر چسپاں کرتی ہیں۔ ان کے ظلم کا یہ انجام اس دنیا میں ہے، آخرت کی انھیں فکر کہاں!!

OOOOO

بقیہ: جہانِ سُنّیت کا شہرِ فرخندہ - مالیگاؤں

یہ تو ہماری اپنی غلطیاں، کوتاہیاں اور ساتھ میں دشمنوں کی سازشیں ہیں جس نے ہمیں حصولِ علم کے صحیح راستے سے بھٹکا دیا ورنہ کیا وجہ ہے کہ ہم میں آج ابن الہیثم، الخوارزمی، ابن سینا، جابر بن حیان، الفارابی، ابن رشد، البیرونی، امام غزالی اور امام احمد رضا...... جیسے عبقری Genius پیدا نہیں ہوتے ورنہ آج بھی ہم سب پر بھاری ہوتے۔ ہمارے دانشور اور مفکرین حضرات یہ کیوں نہیں سوچتے کہ جو کام ماضی میں ہمارے اسلاف نے کیا تھا وہ آج ہم سے کیوں نہیں ہوسکتا؟"

(سہ ماہی افکار رضا، شمارہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۱ء)

اسلاف کے تابندہ نقوش پر عمل پیرا ہو کر علم کے حصول پر توجہ دینے کی ضرورت ہے تا کہ سنیت مضبوط و مستحکم ہو۔ ...... اللہ عزوجل سے یہی دعا ہیکہ بزرگانِ عظام کے نقوشِ قدم سے مالا مال اس سرزمین پر دین و سنیت کی بہاریں روز افزوں شاداب ہوں اور مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہتے ہوئے مسلک کے فروغ کے لیے اہلسنّت متحد رہیں۔ عشقِ سرورِ کونین ﷺ سے اذہان وقلوب تابناک رہیں اور شہر فرخندہ کی نزہتیں تابندہ رہیں۔

- - - - - x - - - - -

علامہ محمد عبدالحکیم خاں اختر شاہجہاں پوری

از: محمد عبدالستار طاہر، لاہور پاکستان

مہد سے لحد تک سینۂ قرطاس پر محبت رسول اکرم ﷺ کے گل کھلانے والا...... شانِ رسالت و شانِ صحابیت و شانِ ولایت کے گستاخوں کے لیے درّۂ فاروقی اور شمشیرِ حیدری کی شکل کھلانے والا...... دین حنیف کا ماہر غواص...... حقیقت کا علم بردار...... رضویت کے امین...... اسلاف کی مقدس امانت کے پاسبان...... سُنّیت کی نشانی...... فکر و تحقیق کے وہ نکتے اٹھانے والا کہ قاری دم بخود رہ جائے...... طرز استدلال حق و صداقت پر مبنی ہونے کے ساتھ ساتھ ایسا سادہ' جاندار اور دل نشین کہ بے ساختہ قلم چومنے کو جی چاہنے لگتا ہے۔ دینی مسائل ہو یا اسلاف کے کارنامے' ان کی ہر تحریر و تقریر میں عشق رسول ﷺ روح رواں کی طرح موجزن نظر آتا ہے۔

لوگ جسے مخدوم اہلِ سُنّت بھی کہتے ہیں اور رئیس التحریر بھی۔ مگر خدائی فوج کا وہ ابابیل اپنے آپ کو عمر بھر فخریہ گدائے در اولیاء کہتا اور لکھتا رہا۔ اس ہستی کا نام نامی اسم گرامی علامہ عبدالحکیم خاں اور تخلص اختر تھا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

موصوف مولداً شاہجہاں پوری' نسلاً راجپوت' مسلکاً سنی حنفی اور مشرباً نقشبندی مجددی ہونے کے ساتھ ساتھ قادری رضوی بھی تھے۔

۷ر جنوری ۱۹۳۵ء کو شاہجہاں پور نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ شاہجہاں پور دہلی شہر کے جنوب میں بیس میل کے فاصلے پر دریائے جمنا کے مغربی کنارے پر واقع ہے۔ آپ کا تعلق ایک کھاتے پیتے گھرانے سے تھا۔ چوہدری عاشق علی خاں کے منجھلے صاحبزادے تھے۔

آپ کے والد محترم اپنے علاقے کی مشہور معروف شخصیت اور سابق مفتی اعظم' دہلی حضرت شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) سے شرف ارادت رکھتے تھے۔ موصوف ایک صاحب دل اور خدا ترس انسان تھے علامہ صاحب پر ان کے والد محترم کی دین داری اور خدا ترسی کا گہرا اثر تھا۔

علامہ صاحب نے میٹرک کا امتحان ۱۹۵۳ء میں اٹھارہ سال کی عمر میں پاس کیا۔ میٹرک کے بعد ۱۹۵۳ء میں ہی سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی برگزیدہ علمی و روحانی شخصیت شاہی امام و خطیب جامع فتحپوری مفتی اعظم ہند حضرت شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ سے بذریعہ خط و کتابت شرف بیعت حاصل کیا۔ اور ۱۹۶۰ء میں حضرت مفتی صاحب جب پاکستان تشریف لائے تو موصوف کو بالمشافہ شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔

اپریل ۱۹۶۸ء میں علامہ صاحب نے مفتی غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمۃ (۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) کی

معرفت مرکزی مجلس رضا لاہور میں بطور جنرل سیکریٹری شمولیت اختیار کی۔

موصوف کو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں مخدومی و مرشدی حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری صاحب سے ۲۹ جمادی الاول ۱۴۰۸ھ/۲ جنوری ۱۹۸۸ء میں سندِ اجازت عطا ہوئی۔

علاوہ ازیں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں انہیں حضرت مولانا ابو الحسن زید فاروقی (م ۳ دسمبر ۱۹۹۳ء) علیہ الرحمہ، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ خیریہ دہلی سے بھی خلافت حاصل ہے۔

سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں انہیں مندرجہ ذیل حضرات سے خلافت حاصل تھی۔

- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے فرزند اصغر مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ (۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء)
- شیخ الاسلام مدنی میاں دامت برکاتہم العالی
- شارح بخاری شریف علامہ مفتی شریف الحق امجدی مدظلہ العالی
- نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ اختر رضا خاں قادری رضوی مدظلہ العالی

مفتی تقدس علی خاں علیہ الرحمہ (۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء) سمیت پاک و ہند کی کئی علمی شخصیات نے علامہ صاحب کو صحاح ستہ اور کتب حدیث کی سندات سے نوازا۔

علامہ صاحب نے ۱۹۶۲ء سے ۱۹۹۳ء تک ۱۱۰ چھوٹی بڑی کتب تحریر فرمائیں۔ اگر ان میں احادیث مطہرہ کی جلدوں کو علیحدہ علیحدہ شمار کیا جائے تو یہ تعداد ۱۲۳ ہو جاتی ہے۔ مترجم کتب احادیث کی طباعت اس طرح سے ہوئی۔

بخاری شریف مترجم	۳ جلد	مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء
موطا امام مالک مترجم ومحشی	۲ جلد	مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء
سنن ابن ماجہ مترجم	۳ جلد	مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء
سنن ابو داؤد مترجم ومحشی	۳ جلد	مطبوعہ لاہور ۱۹۸۵ء
مشکوٰۃ شریف مترجم	۳ جلد	مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء

غیر مطبوعہ تراجم کتاب احادیث میں یہ شامل ہیں۔

طحاوی شریف مترجم	۴ جلد
مسلم شریف مترجم ومحشی	۳ جلد
کتاب آلاثار مترجم ومحشی	۱ جلد

حدیث کے مطبوعہ پانچ کتابوں کے ساڑھے آٹھ ہزار صفحے ہیں اور غیر مطبوعہ کتب احادیث کے ساڑھے چھ ہزار صفحے ہیں۔ یوں یہ آٹھوں کتابیں اکیس جلدوں اور پندرہ ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔

ان تراجم کتب احادیث کو وہ مقبولیت اور پذیرائی حاصل ہوئی کہ پاک و ہند میں ان کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ ان تراجم سے پیشتر کتب احادیث کے اہل سنت کے قابل ذکر تراجم

نہیں تھے یہ اعزاز فضیلت و انفرادیت علامہ اختر مرحوم ہی کے نصیب میں تھا۔

۱۳ر ستمبر ۱۹۸۵ء میں آپ کے زیر سرپرستی مرکزی ''مجلس امام اعظم'' کا قیام عمل میں آیا۔ ان کے وصال تک اس تبلیغی و اشاعتی ادارے نے مختلف موضوعات پر ۵۸ کتب شائع کیں۔

یوں تو موصوف نو عمری ہی سے صاحب فراش رہے مگر ۱۹۵۷ء میں تو مسلسل میں پچیس روز انفلوائنزا کا شکار رہے...... ۱۲ فروری ۱۹۸۱ء میں ایک دم بہت سے مہلک امراض کا حملہ ہوا۔ علامہ صاحب ان مراض کا تحمل نہ کر سکے اور حالت بالکل جواب دے گئی۔ ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء کو گنگارام ہسپتال' لاہور میں داخل ہونا پڑا۔ وہاں سے گلاب دیوی ہسپتال' لاہور میں منتقل کر دیئے گئے۔ کئی بار ان ہسپتالوں میں زیر علاج رہے...... ۱۳ نومبر ۱۹۹۳ء کو اچانک ان کی حالت خراب ہوگئی۔ گلاب دیوی ہسپتال لاہور میں داخل کرایا گیا۔ اگلے روز اتوار ۲۸ جمادی الاول ۱۴۱۴ھ/۱۴ نومبر ۱۹۹۳ء کو دن کے ساڑھ گیارہ بجے امانتِ جان جاں آفرین کے سپرد کردی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے!

نماز جنازہ علامہ صاحب کی وصیت کے مطابق حاجی محمد افضل چغتائی اشرفی مدظلہ العالی نے پڑھائی۔

علامہ صاحب کے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ بڑے صاحبزادے غلام مصطفیٰ خان اور چھوٹے احمد رضا خان ہیں۔

علامہ اختر شاہجہاں پوری تحریر کے ساتھ ساتھ تقریر کے میدان کے بھی شہ سوار تھے۔ خصوصی محافل میں عید میلاد النبی ﷺ، معراج النبی ﷺ اور ماہ شعبان میں عرس حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ پر خصوصی خطاب ہوتا تھا۔ جامعہ غوثیہ مجیدیہ واقع غوثیہ کالونی، والٹن روڈ میں جمعۃ المبارک کے خطبات سے خواص و عوام کو خوب سیراب کیا۔

علامہ اختر شاہجہاں پوری علیہ الرحمۃ کے وصال پر مولانا محمد اوّل شاہ رضوی صاحب نے درج ذیل تاریخی مادے کہے۔

۱۔ جدائی عبدالحکیم اختر — عرس عبدالحکیم اختر مبارک باد
۱۴۱۴ھ — ۱۹۹۳ء

۲۔ عبدالحکیم اختر بگو — عبدالحکیم شاہجہان پوری ابدی باد
۱۴۱۴ھ — ۱۹۹۳ء

۳۔ عبدالحکیم اختر اوج پایہ — ہدیہ عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری
۱۴۱۴ھ — ۱۹۹۳ء

۴۔ قبر شہ عبدالحکیم اختر — اے بزرگ جہاں مصنف بے بدل عبدالحکیم اختر
۱۹۹۳ء — ۱۹۹۳ھ

۵۔ عبدالحکیم اختر صاحب ارشاد — ۱۹۹۳ء

علامہ عبدالحکیم صاحب کے متوسلین کو چاہئے کہ اختر اکیڈمی قائم کر کے علامہ مرحوم کی بلند پایہ تحریرات وتحقیقات کو منظر عام پر لائیں تاکہ ان کی کاوشات سے خواص وعوام مستفیض ہوسکیں اور ان کی غیر مطبوعہ تخلیقات بھی بہ ایں طور اشاعت ہمکنار ہوسکیں۔

آثار علمیہ

علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری مظہری علیہ الرحمہ

ا۔ مطبوعہ تصانیف

نمبر شمار	عنوان	مقام اشاعت	سن اشاعت
ا۔	حقانیتِ اسلام	ادارہ سوادِ اعظم، لاہور	۱۹۶۴ء
		مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور	۱۹۸۵ء
۲۔	اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام (مع اضافات)	مرکزی مجلس رضا، لاہور	۱۹۷۰ء
		فرید بک اسٹال، لاہور	۱۹۸۶ء
۳۔	تجلیاتِ امام ربانی	مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور	۱۹۷۸ء
۴۔	امام اعظم، مجدد الف ثانی کی نظر میں	مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور	۱۹۸۵ء
		ادارۂ نور اسلام، شرقپور شریف	۱۹۸۸ء
۵۔	مشعلِ راہ	فرید بک سٹال، لاہور	۱۹۸۶ء
۶۔	اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی	ادارہ غوثیہ رضویہ، مصری شاہ لاہور	۱۹۸۶ء
۷۔	کلمۂ حق	ادارہ غوثیہ رضویہ، مصری شاہ، لاہور	۱۹۸۷ء
۸۔	خصائص کنز الایمان	مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور	۱۹۸۸ء
۹۔	سیرت امام احمد رضا	مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور	۱۹۸۸ء
۱۰۔	فیضانِ امام ربانی	ادارہ غوثیہ رضویہ، مصری شاہ لاہور	۱۹۸۸ء
۱۱۔	تسہیل "الہادی الحاجب عن جنازۃ الغائب"	ادارہ غوثیہ رضویہ، مصری شاہ لاہور	۱۹۸۸ء
۱۲۔	محدث اعظم کچھوچھوی اور پاکستان	مرکزی مجلس محدث اعظم کچھوچھوی، لاہور	۱۹۸۹ء
۱۳۔	مضامین کتاب الٰہی (۱۴۱۱ھ)	مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور	۱۹۹۳ء
۱۴۔	حجتِ رضا (۱۴۱۲ھ)	مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور	۱۹۹۳ء
۱۵۔	غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں	مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور	۱۹۹۳ء
۱۶۔	تسہیلِ کنز الایمان	مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور	۱۹۹۳ء
۱۷۔	عنایاتِ مودودی	ادارۂ معارف نعمانیہ، لاہور	۱۹۹۳ء

۱۸۔	مجددی عقائد و نظریات	فرید بک سٹال' لاہور	۱۹۹۶ء

۲۔ مطبوعہ تراجم

نمبر شمار	عنوان	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱۹۔	جواہر البحار' جلد اوّل	مکتبہ حامدیہ' لاہور	۱۹۷۵ء
۲۰۔	الشفاء جلد اوّل	مکتبہ نبویہ' لاہور	۱۹۷۹ء
۲۱۔	بخاری شریف جلد اوّل	فرید بک سٹال' لاہور	۱۹۸۲ء
۲۲۔	بخاری شریف' جلد دوم	فرید بک سٹال' لاہور	۱۹۸۲ء
۲۳۔	بخاری شریف جلد سوم	فرید بک سٹال' لاہور	۱۹۸۲ء
۲۴۔	درالمعارف	نوری کتب خانہ' لاہور	۱۹۸۳ء
۲۵۔	موطا امام مالک' جلد اوّل	فرید بک سٹال' لاہور	۱۹۸۳ء
۲۶۔	موطا امام مالک جلد دوم	فرید بک سٹال' لاہور	۱۹۸۳ء
۲۷۔	سنن ابن ماجہ' جلد اوّل	فرید بک سٹال' لاہور	۱۹۸۳ء
۲۸۔	سنن ابن ماجہ' جلد دوم	فرید بک سٹال' لاہور	۱۹۸۳ء
۲۹۔	سنن ابو داؤد جلد اوّل	فرید بک سٹال' لاہور	۱۹۸۵ء
۳۰۔	سنن ابو داؤد جلد دوم	فرید بک سٹال' لاہور	۱۹۸۵ء
۳۱۔	سنن ابو داؤد جلد سوم	فرید بک سٹال' لاہور	۱۹۸۵ء
۳۲۔	مشکوۃ شریف جلد اوّل	فرید بک سٹال' لاہور	۱۹۸۵ء
۳۳۔	مشکوۃ شریف جلد دوم	فرید بک سٹال' لاہور	۱۹۸۶ء
۳۴۔	مشکوۃ شریف' جلد سوم	فرید بک سٹال' لاہور	۱۹۸۶ء
۳۵۔	رسالہ تہلیلہ	مرکزی مجلس امام اعظم' لاہور	۱۹۹۶ء

۳۔ غیر مطبوعہ تصانیف

نمبر شمار	عنوان	موضوع	اندازاً صفحات
۳۶۔	فاروق اعظم (۱۳۹۸ھ)	(حضرت فاروق اعظم کا تذکرہ)	۵۰۰
۳۷۔	مہر درخشاں (۱۴۰۰ھ)	(حضرت مجدد الف ثانی کا تذکرہ)	۷۰۰
۳۸۔	عظیم الشان (۱۴۰۲ھ)	(شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا تذکرہ)	۵۰۰
۳۹۔	ثانی اثنین ابوبکر (۱۴۰۳ھ)	(حضرت ابوبکر کا تذکرہ)	۶۰۰
۴۰۔	کھلا خط	(مسئلہ تکفیر و فریقین کے بیانات)	۶۰۰
۴۱۔	مظہر البیان	(قرآنی معلومات کا تحقیقی کشکول)	۹۰۰

۴۲۔	مظہر شریعت	(فقہ حنفی کے مطابق مسائل کا جدید ترین مجموعہ)	۸۰۰
۴۳۔	دوسرا زلزلہ	(دیوبندی عقائد کے تضادات ان کی اپنی عبارتوں کے آئینے میں)	
۴۴۔	دلی سے بالاکوٹ تک براستہ لندن	(جہاد کے پردے میں اسماعیلی فساد)	۷۰۰
۴۵۔	تجلیاتِ مظہر اللہ	(سیدی و مرشدی حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی کا تذکرہ)	۳۰۰
۴۶۔	تقویۃ الایمان کا تحقیقی جائزہ	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۶۰۰
۴۷۔	مودودیت کا علمی جائزہ	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۷۰۰
۴۸۔	صحابہ کرام مودودی صاحب کی نظر میں	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۳۰۰
۴۹۔	مسلمانوں کی اصلی جماعت	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۱۵۰
۵۰۔	ایک طائرانہ نظر قرآن مجید کے اردو ترجموں پر	(نفس مضمون ظاہر ہے)	
۵۱۔	ایک طائرانہ نظر کتب احادیث کے اردو ترجموں پر	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۲۰۰
۵۲۔	قرآنی عقائد و نظریات	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۴۰۰
۵۳۔	قرآن مجید کا ضابطۂ عبادات	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۴۰۰
۵۴۔	قرآن مجید کا ضابطۂ اخلاقیات	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۳۰۰
۵۵۔	قرآن مجید کا ضابطۂ معاملات	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۳۳۰
۵۶۔	قرآن مجید کا ضابطۂ تکفیر	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۲۰۰
۵۷۔	دوقومی نظریہ کیا ہے؟	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۲۰۰
۵۸۔	صحابہ کرام حضرت مجدد الف ثانی کی نظر میں	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۱۵۰
۵۹۔	معجزات کا توحید و شرک سے تعلق	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۲۵۰
۶۰۔	بشریت انبیاء کرام	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۲۵۰
۶۱۔	امام احمد رضا کا معتدل مسلک	(نفس مضمون ظاہر ہے)	
۶۲۔	امام احمد رضا اور مسئلہ بدعت	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۲۰۰
۶۳۔	امام احمد رضا اور شرک فروش ٹولہ	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۲۵۰
۶۴۔	امام احمد رضا کس کے ایجنٹ تھے؟	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۲۰۰
۶۵۔	چودھویں صدی کا مجدد	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۲۰۰
۶۶۔	شانِ احمد رضا	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۲۵۰

۶۷۔ پروانہ شمع رسالت	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۲۰۰
۶۸۔ کیا تعظیم رسول شرک ہے؟	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۱۵۰
۶۹۔ موجودہ عیسائی اور بائبل	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۳۰۰
۷۰۔ بلبلِ باغ رسول	(امام احمد رضا کا امام نعت گویاں ہونا)	۳۵۰
۷۱۔ خرمن اسلام میں بولہبی کی چنگاریاں	(بعض گمراہ گروں کی نشاندہی)	۴۰۰
۷۲۔ تقدس کے غبارے خوابوں کے سہارے	(بعض لوگوں کے گھڑے ہوئے خواب)	۲۰۰
۷۳۔ اسلام میں یہودیت کا پیوند	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۵۰۰
۷۴۔ نظریاتی تضاد کا ایک منظر	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۱۵۰
۷۵۔ خوش فہمیوں کے ہوائی قلعے	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۲۰۰
۷۶۔ پھولوں کے ساتھ کانٹے	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۳۰۰
۷۷۔ بہارِ بخشش (۱۴۱۰ھ)	(پانچ بزرگوں کا اردو نعتیہ کلام)	۴۵۰
۷۸۔ چراغِ راہ (۱۴۱۰ھ)	(''فیضانِ امام ربانی'' مکمل صورت میں)	۵۰۰
۷۹۔ مسعودی و مظہری زبان (۱۴۱۱ھ)	(پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے حالات)	۱۰۰
۸۰۔ شمع رضا (۱۴۱۱ھ)	(''الامن والعلیٰ'' کی شرح)	۶۰۰
۸۱۔ فیصلہ مناظرہ (۱۴۱۱ھ)	(فیصلہ کن مناظرہ کا قلم توڑ تاریخی جواب)	۵۰۰
۸۲۔ اظہارِ قدر	(بعض حقائق کا اظہار)	۲۵۰
۸۳۔ عرض راقم (۱۴۱۱ھ)	(موجودہ بزرگوں سے چند سوالات)	۱۰۰
۸۴۔ وردِ اختر (۱۴۱۱ھ)	(دعائیں اور وظیفے)	۲۵۰
۸۵۔ اب اُلٹی گنگا بہتی ہے	(بعض ستم ظریفوں کی نشاندہی)	۲۰۰
۸۶۔ کاشف غیب (۱۴۱۳ھ)	(''کلمۂ حق'' مکمل صورت میں	۵۰۰
۸۷۔ ولی اللہ مکتبہ فکر	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۲۰۰
۸۸۔ شانِ مصطفیٰ بزبانِ مصطفیٰ	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۵۰۰
۸۹۔ یزید پلید اکابر کی نظر میں	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۱۵۰
۹۰۔ ایمان فروشوں کی داستان	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۸۰۰
۹۱۔ گاندھی پرستوں کی داستان	(نفس مضمون ظاہر ہے)	۴۰۰

۴۔ غیر مطبوعہ تراجم

۹۲۔ مسلم شریف	جلد اوّل
۹۳۔ مسلم شریف	جلد دوم

۹۴۔ مسلم شریف — جلد سوم
۹۵۔ طحاوی شریف — جلد اول
۹۶۔ طحاوی شریف — جلد دوم
۹۷۔ طحاوی شریف — جلد سوم
۹۸۔ طحاوی شریف — جلد چہارم
۹۹۔ موطا امام محمد — ایک جلد
۱۰۰۔ بازار بخشش — (شان مصطفیٰ بیان کرنے والی احادیث)
۱۰۱۔ تجلیات احادیث — (بعض احادیث مع شرح)
۱۰۲۔ فتوح الغیب — (ارشادات سرکار غوث اعظم)
۱۰۳۔ الفتح الربانی — (ارشاداتِ سرکار غوث اعظم)
۱۰۴۔ شفاء السقام — (مصنفہ.....امام تقی الدین سبکی)
۱۰۵۔ مسالک الحنفاء — (مصنفہ.....امام جلال الدین سیوطی)
۱۰۶۔ تبییض الصحیفہ — (مصنفہ.....امام جلال الدین سیوطی)
۱۰۷۔ اثبات النبوۃ — (مصنفہ.....حضرت مجدد الف ثانی)
۱۰۸۔ مبداء و معاد — (مصنفہ.....حضرت مجدد الف ثانی)
۱۰۹۔ معارف لدنیہ — (مصنفہ.....حضرت مجدد الف ثانی)
۱۱۰۔ کوائف مذہب شیعہ — (مصنفہ.....حضرت مجدد الف ثانی)
۱۱۱۔ مکاشفاتِ غیبیہ — (مصنفہ.....حضرت مجدد الف ثانی)
۱۱۲۔ شرح رباعیات — (مصنفہ.....حضرت مجدد الف ثانی)
۱۱۳۔ الاصول الاربعہ — (مصنفہ.....مولانا حسن جان سرہندی)
۱۱۴۔ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ — (مصنفہ.....شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)
۱۱۵۔ سر الشہادتین — (مصنفہ.....شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی)
۱۱۶۔ فضیلت مدینہ منورہ — (''شواہد الحق'' کی ایک فصل کا ترجمہ)
۱۱۷۔ احادیثِ شفاعت — (''شوہد الحق'' کی ایک فصل کا ترجمہ)
۱۱۸۔ بارگاہِ رسالت میں استغاثے — (''شواہد الحق'' کی ایک فصل کا ترجمہ)

۵۔ زیر ترتیب کتابیں

۱۱۹۔ مسلکِ امام احمد رضا — (نفس مضمون ظاہر ہے)
۱۲۰۔ قادیانی دجال و کذاب — (نفس مضمون ظاہر ہے)
۱۲۱۔ اعمال و اشغال سلاسل — (نفس مضمون ظاہر ہے)

۱۲۲۔ انگوٹھے چومنا (نفسِ مضمون ظاہر ہے)

۱۲۳۔ بیانِ قدرت واختیار (ذاتی اور عطائی اختیارات کی تحقیق)

۱۲۴۔ نظر انور (۱۴۰۷ھ) قرآن وحدیث کی روشنی میں نگاہِ مصطفیٰ کا بیان)

۱۲۵۔ ہمارا نبی (شانِ مصطفیٰ پر ایمان افروز کتاب)

۶۔ مقدمات وپیش لفظ

نمبر شمار	عنوان	مصنف/مرتب	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱۔	جوہر البحار جلد اوّل	علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی	لاہور	۱۹۷۵ء
۲۔	تجلیاتِ امام ربانی	علامہ اختر شاہجہاں پوری	لاہور	۱۹۷۸ء
۳۔	الشفاء جلد اوّل	علامہ قاضی عیاض مالکی اندلسی	لاہور	۱۹۷۹ء
۴۔	بخاری شریف جلد اوّل	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	لاہور	۱۹۸۲ء
۵۔	درالمعارف	شیخ شہاب الدین سہروردی	لاہور	۱۹۸۳ء
۶۔	موطا امام مالک جلد اوّل	امام مالک	لاہور	۱۹۸۳ء
۷۔	سنن ابن ماجہ جلد اوّل	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	لاہور	۱۹۸۳ء
۸۔	سنن ابوداؤد جلد اوّل	امام ابوداؤد سلیمان	لاہور	۱۹۸۵ء
۹۔	مشکوۃ شریف جلد اوّل	امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب	لاہور	۱۹۸۵ء
۱۰۔	مشعلِ راہ	علامہ اختر شاہجہاں پوری	لاہور	۱۹۸۶ء
۱۱۔	اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی	علامہ اختر شاہجہاں پوری	لاہور	۱۹۸۶ء
۱۲۔	کلمۂ حق	علامہ اختر شاہجہاں پوری	لاہور	۱۹۸۷ء
۱۳۔	الامن والعلیٰ	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	
۱۴۔	جماعت اسلامی کا شیش محل	علامہ مشتاق احمد نظامی	لاہور	
۱۵۔	فضائلِ درود وسلام	علامہ محمد سعید شبلی	لاہور	۱۹۸۸ء
۱۶۔	بہارِ عقیدت	علامہ اختر الحامدی	لاہور	۱۹۸۸ء
۱۷۔	الہاوی الحاجب عن جنازۃ الغائب	امام احمد رضا خاں	لاہور	۱۹۸۸ء
۱۸۔	محدث اعظم کچھوچھوی اور پاکستان	علامہ اختر شاہجہاں پوری	لاہور	۱۹۸۹ء
۱۹۔	تسہیل کنز الایمان	علامہ اختر شاہجہاں پوری	لاہور	۱۹۹۳ء
۲۰۔	مجددی عقائد ونظریات	علامہ اختر شاہجہاں پوری	لاہور	۱۹۹۶ء
۲۱۔	مقیاس مناظرہ	مولانا محمد عمر اچھروی	لاہور	

جہانِ سُنّیت کا شہرِ فرخندہ۔ مالیگاؤں

از: غلام مصطفیٰ رضوی۔ نوری مشن، مالیگاؤں

ماضی کی یادیں مستقبل کے لیے اصلاح و ترقی کا سبب ہوتی ہیں۔ ہمارا ماضی روشن تھا۔ ظاہر و باطن منور تھا۔ جدید سہولتوں نے ظاہری اجالے تو دیئے مگر جدیدیت کی لہروں میں باطن تاریک سے ہم آغوش ہوکر شاہراہِ حیات سے متنفر ہوتا گیا۔ بزرگوں نے اپنے ایمان و یقین، عمل اور جہدِ مسلسل سے دلوں کے نور یعنی ایمان کی شمع کو روشن رکھا اور ہر دور میں اٹھنے والے باطل کے شر سے حق کے تشخص کو آلودہ نہ ہونے دیا۔ عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کے قافلہ کے سالار امام احمد رضا کے دور کو ملاحظہ کیجئے۔ ایمان و علم کے لبادے میں رہزن گروہ نے جانِ ایماں جانِ جاناں ﷺ کی محبت کو دلوں سے نکالنے کا منصوبہ بنایا مگر! تنِ تنہا امام احمد رضا نے باطل کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا، اُن کے فاسد منصوبے کو ناکام بنادیا۔ چہروں سے نقاب اُلٹ دی ..... ، اب امام احمد رضا محدث بریلوی کی تعلیمات کی روشنی میں منزلِ حیات کا تعین و ایمان کا تحفظ مشکل نہیں۔ امام احمد رضا کی جلائی ہوئی محبتِ رسول ﷺ کی جلائی ہوئی شمع نے ہر شہر ہر قصبے ہر نگر و ہر بستی کو منور و روشن کیا۔

ایمان و یقین کے اجالے سے منور ایک بستی شہر ممبئی سے تقریباً ۳۰۰ کلومیٹر مشرق میں واقع ہے اور مالیگاؤں نام سے پہچانی جاتی ہے۔ مالیگاؤں کے مسلمان شروع ہی سے اولیائے عظام کے چاہنے والے اور حُبِّ رسول ﷺ سے سرشار تھے مگر بدعقیدگی کے غبار نے فرنگی دورِ اقتدار میں کچھ حصّوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

مالیگاؤں کی مساجد، مدارس، روایات، اردو ادب و تہذیب اپنے اندر گہرائی اور ذوقِ فکر رکھتی ہے۔ اردو ادب کا فروغ ہے۔ اردو زبان معاشرے میں رچی بسی ہے۔ معاشرتی زندگی میں اسلامی معمولات و روایات کی جھلک نمایاں دکھائی دیتی ہے۔

مغربیت و جدیدیت نے اخلاقی قدروں (Moral Values) کو بگاڑ دیا ہے جس کی رو میں مسلمان دینی علوم سے یکسر دور ہوتے جارہے ہیں۔ اسلامی شعور اور فتنوں سے بچاؤ کے لیے علم دین کا حصول ضروری ہے۔ علمِ دین کی اہمیت پر حضرت تاج العلماء سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں برکاتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "علم دین کے فضائل میں اب بھی کوئی کمی نہیں آگئی اور اس زمانۂ پُرفتن کے لحاظ سے اس کی ضرورت اور بڑھ گئی ہے۔ مگر آج کل کے مسلمانوں میں علمِ دین کی تحصیل کا شوق روز بروز ترقیِ معکوس کرتا چلا جارہا ہے۔ دیہات وقصبات تو بہت دور ہے۔ آج ہمارے بہت سے شہر ایسے ہیں جن میں روزمرہ کے ضروری مسائل واحکامِ دین بتانے والا بھی ایک عالم دین نہیں"۔

(علمِ دین اور علماء کرام کے فضائل، از: حضرت شاہ اولادرسول محمد میاں ص ۱۲ مطبع کراچی)

دبستانِ علم:- دینی مسائل واحکام سے آگہی کے لیے علمِ دین کا جاننا ضروری ہے اس کے لیے ہر شہر میں دینی مدارس کا قیام لازمی ہے۔ دینی علوم کے فروغ کے لیے مالیگاؤں کے سُنّی مدارس میں ''دارالعلوم حنفیہ سُنّیہ'' سرِ فہرست ہے۔ ۱۹۲۳ء میں اس دارالعلوم کا قیام عمل میں آیا۔ اہم بات یہ ہے کہ دارالعلوم حنفیہ سُنّیہ کے بانی خلیفۂ اعلیٰ حضرت شیر بیشۂ سنت مولانا حشمت علی خاں رضوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں دارالعلوم کی موجودہ عمارت کا سنگِ بنیاد محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی لائلپوری (خلیفۂ حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا بریلوی) کے ہاتھوں ہوا۔ مارہرہ مطہرہ کے فیوض و برکات دارالعلوم کے قیام سے ہی جلوہ نما رہے ہیں یہی وجہ ہیکہ تعلیمی افتتاح حضرت تاج العلماء سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں مارہروی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ جلیل القدر علماء نے تدریسی خدمات انجام دیں۔ مولانا عبدالغنی پنجابی، مولانا محمد صدیق اعظمی، مولانا نظیر احمد ٹانڈوی، شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی، مولانا سید عبدالقادر راندیری، مفتی عزیزالحسن صاحب (خلیفۂ حضور مفتیٔ اعظم) اور مولانا عبدالحی نسیم القادری وغیرہم نے تدریسی خدمات انجام دے کر مسندِ درس و ہدایت سے تشنگان علم کو سیراب فرمایا۔ موجودہ اساتذہ میں مفتی واجد علی قادری و مفتی عابد حسین رضوی تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مستورات میں علمِ دین کے نظم کے لیے کئی مدرسے قائم ہیں جو روز افزوں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہیں اور بہتر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

۱۴ ستمبر ۲۰۰۱ء کو جامعۃ الرضا برکات العلوم کا سنگ بنیاد حضرت رفیق ملت سید نجیب حیدر میاں برکاتی (نائب سجادہ نشین، مارہرہ شریف) نے رکھا۔ جامعۃ الرضا شہر سے چھ ۶ کلومیٹر دور ممبئی آگرہ نیشنل ہائی وے سے منسلک اراضی پر پُر فضا ماحول میں تعمیر ہوگا۔ جامعۃ الرضا کے منصوبے میں اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم میں ٹیکنکل، کمپیوٹر کورسیس وغیرہ شاملِ درس ہونگے۔ خوشی کا مقام یہ ہیکہ حضرت رفیقِ ملت سید نجیب میاں برکاتی اور ماہر رضویات مولانا عبدالستار ہمدانی (پور بندر) اس جامعہ کی سرپرستی فرما رہے ہیں۔ بلاشبہ جامعۃ الرضا برکات العلوم کا قیام مالیگاؤں میں مسلکِ اعلیٰ حضرت کی بنیادوں کو مستحکم کرنے میں معاون ہوگا۔ امید واثق کہ جلد ہی جامعۃ الرضا کے منصوبے کو ارکانِ جامعہ پایۂ تکمیل تک پہنچائیں گے تاکہ دینی علوم کی جلوہ سامانیاں ترویج علم کو وسعت دے سکے۔

نجی طور پر بھی علاقائی مدارس قائم ہیں جو اکثر مساجد یا مساجد سے ملحق اداروں میں چلتے ہیں۔

سُنّی جمعیۃ العلماء:- اُٹھنے والے مسائل کے حل اور اہلسنت کی رہنمائی کے لیے ۱۹۵۸ء میں آل انڈیا سُنّی جمعیۃ العلماء کی شاخ کا قیام مالیگاؤں میں ہوا۔ قیام کے دو سال بعد ۱۹۶۰ء میں آل انڈیا سُنّی جمعیۃ العلماء کانفرنس حضور محدث اعظم ہند کی صدارت میں ہوئی۔ سہ روزہ سطح پر تاریخی نوعیت کی حامل اس کانفرنس میں مشاہیر واکابر علماء نے شرکت فرمائی تھیں۔ خصوصاً حضور مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مصطفیٰ رضا نوری، سید العلماء سید آل مصطفیٰ میاں برکاتی مارہروی، شیر بیشۂ سنت مولانا حشمت علی خاں پیلی بھیتی

(خلیفۂ اعلیٰ حضرت)، برہان الملت حضرت علامہ محمد برہان الحق جبلپوری (خلیفۂ اعلیٰ حضرت)، محبوبِ ملت حضرت علامہ محمد محبوب علی خاں قادری برکاتی، مجاہد ملت رئیسِ اڑیسہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب، خطیبِ مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی، شیر دکن مولانا نور اللہ حسینی علیہ الرحمۃ والرضوان بنفس نفیس کانفرنس کے سہ روزہ اجلاس میں زینتِ مسند رہے۔ جمعیت کی دعوت پر علامہ ظہیرالدین برکاتی صاحب کا بھی اکثر مالیگاؤں دورہ رہا۔

جلوسِ عید میلاد:- یومِ آزادیٔ انسانیت۔ ۱۲ ربیع الاول شریف کی ساعتِ دل افروز پر جلوسِ عید میلاد النبی ﷺ کا آغاز ۱۹۲۱ء سے ہوا۔ سُنّی جمعیۃ العلماء کے قیام کے بعد جمعیت کے ماتحت دارالعلوم حنفیہ سُنّیہ سے ہر سال جلوسِ مبارکہ نکل کر اے ٹی ٹی ہائی اسکول اینڈ جونیئر کالج کے گراؤنڈ پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ نظم و نسق کا آئینہ دار جلوسِ مبارکہ اب تک سابقہ روایات اور شان سے نکل رہا ہے اور نکلتا رہیگا۔ انشاء اللہ

ہر سال جلوسِ مبارکہ کی قیادت کے لیے بیرونی علماء کو مدعو کیا جاتا ہے۔ سالِ گذشتہ مفتیٔ اعظم مہاراشٹر حضرت مفتی غلام محمد خاں (ناگپور) نے جلوس کی قیادت فرمائی تھی۔ عید میلاد پر شہر میں آرائش و زیبائش کی جاتی ہے۔ محافلِ نعت و تقاریر اور خصوصی مضامین کی اشاعت مختلف اداروں کی جانب سے کروائی جاتی ہے۔ خوشنما گیٹ اور قمقموں سے عروس کی مانند سجاوٹ اور اسلامی پرچم کی آرائش دیدہ زیب ہوتی ہے۔

حضور مفتیٔ اعظم کا ورد:- متعدد مرتبہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتیٔ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوری رحمۃ اللہ علیہ کا مالیگاؤں میں دورہ ہوا۔ اوّل ۱۹۶۰ء کی کانفرنس میں تشریف لائے۔ دورۂ ثانی ۱۹۶۳ء میں ہوا۔ دورۂ ثالث ۱۹۷۲ء میں حج و زیارت سے واپسی پر حضور مفتیٔ اعظم نے سُنّی جمعیۃ العلماء کی دعوت پر مالیگاؤں میں ورود فرمایا۔ اس موقع پر استقبالیہ جلسہ ہوا جس میں خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی موجود تھے۔

ماہ مبین کی آمد:- مارہرہ شریف سے حضور تاج العلماء اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی کئی مرتبہ مالیگاؤں تشریف لائے۔ انہیں کے ہمراہ یقین کے دو ماہِ مبین یعنی حضرت سید العلماء سید آل مصطفیٰ میاں اور حضور احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں برکاتی مالیگاؤں تشریف لائے۔

عید گاہ:- عیدین کی نمازوں کی ادائیگی کے لیے سُنّی جمعیۃ العلماء نے اہل سنت و جماعت کی پہلی عید گاہ مالیگاؤں میں "کلو شاہ بابا عید گاہ" کی تعمیر کی۔ مزید عیدگاہ کی ضرورت شہر کی وسعت کے پیش نظر محسوس کی گئی، اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کے نام سے منسوب ایک نئی عیدگاہ امام احمد رضا عیدگاہ ماضی قریب میں بنائی گئی۔ ۱۹۹۹ء میں امام احمد رضا عیدگاہ شروع ہوئی۔

سُنّی رویت ہلال کمیٹی:- عیدین کے چاند کی شرعی شہادت، ماہ و تواریخ کی رویت کے

لیے "سنّی رویت ہلال کمیٹی" کی تشکیل سنّی جمعیۃ العلماء کی ماتحتی میں ہوئی جو سابقہ پچاس ۵۰ برسوں سے اپنی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔

سنّی جمعیۃ العلماء کی سرپرستی میں ۱۹۹۳ء میں سنّی دعوتِ اسلامی کا دو روزہ سنتوں بھرا روح پرور اجتماع ریاستی سطح پر ہوا تھا۔ اس اجتماع سے مفکر اسلام علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب (ورلڈ اسلامک مشن، انگلینڈ) اور مولانا شاکر علی نوری صاحب نے خطاب فرمایا۔ اجتماع کے اثرات دیرپا اور خوش کن رہے۔

اسلامی نوعیت کا اردو ہفت روزہ اخبار "انوار" کی اشاعت کے بیس سال مکمل ہو چکے ہیں۔ مسلسل اشاعت کا اکیسواں سال جاری ہے۔

رضا لائبریری:- مالیگاؤں میں سنیت کی علمی و اشاعتی سطح پر مطالعاتی رہنمائی کے لیے مستقل کوئی لائبریری نہیں تھی۔ اس اہم ضرورت کی تکمیل کے لیے "رضا لائبریری" ۱۹۹۴ء میں قائم کی گئی۔ جس کی پُرشکوہ عمارت قلبِ شہر میں لب سڑک واقع ہے۔ رضا لائبریری کے افتتاح پر دو۲ روزہ امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد ہوا تھا۔ کانفرنس کے شرکاء میں خصوصیت سے جانشینِ مفتیٔ اعظم علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں قبلہ، خلیفۂ حضور مفتیٔ اعظم، مفتی محمد مجیب اشرف صاحب (ناگپور)، حضرت مولانا سید حسینی میاں اشرفی مصباحی (چیف ایڈیٹر سنّی آواز: ناگپور) جیسی علمی شخصیات شامل ہیں۔

رضا اکیڈمی:- امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کی حیات و خدمات پر اشاعتی سطح پر کام کرنے والا معروف ادارہ رضا اکیڈمی ممتاز مقام رکھتا ہے۔ الحاج سعید نوری صاحب کی خدمات سنیت کے تعمیری مراحل میں اہم کردار کی حامل ہیں۔ آپ کی توجہ سے رضا اکیڈمی کے کام کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوا۔

مالیگاؤں میں رضا اکیڈمی کی شاخ کا قیام ۱۹۹۱ء میں عمل میں آیا۔ رضا اکیڈمی مسلکِ رضا کی اشاعت کے سلسلے میں بہتر خدمات انجام دے رہی ہے۔ ۱۹۹۳ء سے ہر سال ۱۱ ربیع الآخر پر جلوسِ غوثیہ کا اہتمام رضا اکیڈمی کرتی ہے اس کے علاوہ ہفتہ واری پروگرام "نوری محفل" کا اہتمام باقاعدگی سے ہو رہا ہے۔

انجمن سرکارِ مفتیٔ اعظم:- شہر کے مشرقی علاقے گولڈن نگر میں جہاں بدعقیدہ جماعتوں کا عروج تھا وہاں ۱۹۹۵ء سے مسلکِ اعلیٰ حضرت کے کام کا آغاز انجمن سرکار مفتیٔ اعظم اور رضا مسجد کے قیام سے ہوا۔ انجمن کے تحت مدرسہ مفتیٔ اعظم چند سال قبل جاری ہوا ہے۔ رضا مسجد کی سہ منزلہ عمارت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

دعوتی سرگرمیاں:- دعوت و تبلیغ کا نظام تقریباً سرد تھا۔ غیروں کی تحریکات اپنے پراگندہ عقیدے نماز و عبادت کی آڑ میں مسلمانوں کے ذہنوں پر تھوپ رہی تھیں۔ آخر جمود ٹوٹا اور میدانِ عمل میں ہمارے بھی کئی دعوتی مشن تشکیل پائے۔ ۱۹۹۱ء سے مالیگاؤں میں دعوتِ اسلامی کا کام شروع ہوا۔ درس و تبلیغ و اجتماعات دعوتِ اسلامی کے تحت ہو رہے ہیں۔

۱۹۹۴ء میں سُنّی دعوت اسلامی کا اجتماع ہوا جس کے بعد باقاعدہ سُنّی دعوت اسلامی کے کام کا آغاز مالیگاؤں میں ہوا۔ اب ہفتہ واری اجتماعات کا باقاعدہ انعقاد ہوتا ہے۔

جماعت رضائے مصطفیٰ:- ۱۹۲۱ء میں بریلی شریف میں جماعت رضائے مصطفیٰ قائم کی گئی۔ مقامی شاخ ۱۹۹۸ء میں بنی۔ عرس رضا، یوم رضا و نوری محفل کا انعقاد جماعت کے ماتحت ہوتا ہے۔

نوری مشن:- سُنّی طلباء کی تنظیم نوری مشن ۲۰۰۰ء میں قائم ہوئی۔ نوری مشن شہزادۂ اعلیٰ حضرت علامہ مصطفیٰ رضا نوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے موسوم ہے۔ نوری مشن رضویات پر تحریری و اشاعتی سطح پر متعارف ہوئی۔ مشن کے مضامین و مقالات مقامی اخبارات و جرائد میں مستقل جگہ پاتے ہیں۔ علمی سطح پر مشن کے کام کا حلقہ وسیع ہو رہا ہے۔ معاونین جناب ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب، مولانا نیاز احمد مالیگ صاحب، محمد زبیر قادری صاحب و محمد ساجد تابانی صاحب کے مفید مشوروں سے مشن آگے بڑھ رہا ہے۔ مقامی احباء کی حوصلہ افزائی بھی قابل قدر ہے۔ مولانا محمد میاں مالیگ کا تعاون بھی سنیت کی تعمیر میں اہمیت کا حامل ہے۔

ضمنی و علاقائی لحاظ سے تبلیغ سنیت میں منہمک اداروں میں انجمن عاشقان رضا (سمکیر)، انجمن سرکار اعلیٰ حضرت (نیا اسلامپورہ)، ادارۂ بزم رضا (رمضان پورہ)، بزمِ طیبہ (جیلانی چوک)، ادارۂ اورنگ زیب عالمگیر (اسلامپورہ)، بزمِ آرائش رضا (امام احمد رضا چوک) وغیرہ شامل ہیں۔

مرکزی مسجد:- قلب شہر میں گنجان آباد علاقہ اسلامپورہ میں اہلسنّت کی مرکزی مسجد "اکھاڑہ مسجد" نام سے منسوب ہے۔ اس مسجد میں طویل عرصہ تک امامت کے فرائض خلیفۂ مفتی اعظم حافظ تجمل حسین رضوی صاحب نے انجام دیئے۔

شمالی حصہ میں سُنّی مساجد کی اکثریت ہے۔ سُنّی مساجد کی تعداد تیس ۳۰ سے متجاوز ہے۔

خانقاہ رضویہ و مسجد مفتیٔ اعظم:- ۱۹۶۶ء میں دفتر سُنّی جمیعۃ العلماء پر مدرسۂ تجوید القرآن قائم کیا گیا۔ مدرسہ کی زمین پر خوبصورت مسجد مفتیٔ اعظم اور اسی سے ملحق خانقاہِ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی تعمیر کی گئی جو شمال میں واقع ہے۔ مسجد مفتیٔ اعظم اوپری منزل پر ہے۔ نچلے حصہ میں خوبصورت و وسیع ہال "حضرت مولانا محمد یونس ہال" تعمیر کیا گیا جو اسلامی پروگرام و دیگر تقاریب کے لیے مختص ہے۔

مسجد مفتیٔ اعظم و خانقاہِ رضویہ کا افتتاح حضرت امینِ ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب (سجادہ نشین درگاہِ برکاتیہ مارہرہ شریف) نے ۲۱/اپریل ۲۰۰۰ء میں فرمایا تھا۔ اس سے قبل امینِ ملت کا دورہ ۲۵/فروری ۲۰۰۰ء میں ہوا تھا۔ اس موقع پر حضرت امینِ ملت نے رضا مسجد نے نمازِ جمعہ سے قبل اپنے خطاب میں پُر مسرت لہجہ میں جو تاثرات دیئے وہ ملاحظہ ہو۔ "بچپن سے اپنے والد ماجد (حضور احسن العلماء) اور اپنے تایا سید العلماء سید آل مصطفیٰ میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مالیگاؤں کا نام سُنا تھا کوشش بھی کرتا تھا لیکن جیسا کہ ہمارے امام نے فرمایا کہ۔

اے رضا ہر کام کا ایک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائیگا

''تو وہ وقت آ گیا اور میں اپنے پیارے بھائیوں کے درمیان یہاں موجود ہوں''۔

اولیائے کاملین اور بزرگانِ عظام سے محبت و عقیدت مسلمانوں کا وطیرہ رہا ہے۔ یہاں کی آبادی میں خوش عقیدہ مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ یہاں کی خاک میں کئی بزرگ ہستیاں محوِ استراحت ہیں۔ قرب شہر میں جنوب کی سمت حضرت مرتضیٰ شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ اور مغربی سمت پاٹنہ میں سید سادات رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے مرجع خلائق ہیں۔ مقامی قبرستان میں بھی کئی بزرگ ہستیاں آرام فرما ہیں جن میں حضرت مولانا اسحاق نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۲۸ء) و حضرت غلام نبی بابا مجذوب رحمۃ اللہ علیہ محوِ استراحت ہیں جن کی فیض رساں بارگاہ سے حاجت مند مرادوں سے دامن بھرتے ہیں۔

شہر کے اکثر چوراہے، محلّے، شاہراہیں بزرگوں کے نام سے منسوب ہیں جو خوش عقیدگی کے مظہر ہیں۔ اہم شاہراہ جو رضا لائبریری کے قریب سے شروع ہوتی ہے امام احمد رضا روڈ نام سے معروف ہے۔ امام احمد رضا روڈ کے خوش نما بورڈ کی نقاب کشائی ۱۹۷۷ء میں مولانا عبدالقیوم بہاری کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ امام احمد رضا روڈ سے متصل پرانا آگرہ روڈ ہے جو غریب نواز روڈ اسم سے یاد کیا جاتا ہے۔ غریب نواز روڈ اور امام احمد رضا روڈ کو قطع کرنیوالا چوراہا حضور مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اسم سے منسوب ہے اور ''نوری ٹاور'' نام سے جانا جاتا ہے۔

مفتیٔ اعظم روڈ، حضور حافظ ملّت روڈ، علامہ حسن رضا روڈ، مفتی شریف الحق امجدی روڈ، حافظ تجمل حسین روڈ، محدثِ اعظم روڈ، امام احمد رضا چوک، اعلیٰ حضرت چوک، مفتیٔ اعظم چوک، شاہ سمنان چوک، مولانا حشمت علی چوک، سید آلِ مصطفیٰ چوک، حسن رضا چوک، قادریہ چوک، حافظ تجمل حسین چوک، غریب نواز چوک، جیلانی چوک، غریب نواز نگر، مدینہ آباد، رضا نگر، گلشنِ امام احمد رضا نگر، رضا پورہ، اسلام پورہ جیسے اسلامی ناموں کی بہاریں شہر کی فرخندگی کو پُرحسن بنائے ہوئے ہے۔

ہماری ایک اہم کمزوری یہ ہے کہ علم دین حاصل کرنے سے بے اعتنائی برتتے ہیں جس سے بد عقیدگی کو پنپنے کا موقع ملتا ہے۔ مالیگاؤں میں سُنّی علماء کی کمی، مسلمانوں کی علمِ دین سے دوری بدعقیدگی کے پھیلاؤ کا سبب بنی۔ یہی وجہ ہے کہ کئی سُنّی مساجد پر اغیار قابض ہیں۔ علم کا حصول تو اہلِ حق کا مرجع ہے اگر اس معاملے میں بہتری آ جائے تو مالیگاؤں ہی کیا ہر قریہ ہر بستی ہر شہر خوش عقیدگی کے مظہر بن جائیں گے۔ علم کے حصول سے کوتاہی اور لاپرواہی کی نشاندہی کرتے ہوئے محمد زبیر قادری ایڈیٹر افکار رضا لکھتے ہیں۔

''اسلام میں تعلیم کے حصول کی طرف جس قدر توجہ دلائی گئی ہے کسی اور مذہب میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ قرآن مقدسہ کی پہلی آیت ''اقرأ'' (پڑھو) کے ذریعے سے ہمیں پڑھنے لکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔

(باقی صفحہ ۳۵ پر)

امام احمد رضا اور ڈاکٹر علامہ اقبال

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، بریلی شریف

وہابیانِ ہند نے ڈاکٹر اقبال کو بڑی چالاکی سے دیو بند کے عناصر اربعہ اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی اور قاسم نانوتوی وغیرہ کی تحریروں اور ان کے کفری عقائد سے بے خبر رکھنے کی کوشش کی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے قریب نہ ہونے دیا۔

ڈاکٹر اقبال کی امام احمد رضا قدس سرہ العزیز سے ملاقات کی تحقیق تو نہیں ہے البتہ ان کے صاحبزادۂ اکبر حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ سے اقبال کی ملاقات ہوئی ہے۔ ۱۹۳۴ء میں مسجد وزیر خان کے آخری فیصلہ کن مناظرے کا اہتمام کیا گیا تھا۔حضور حجۃ الاسلام قبلہ قدس سرہ بہ نفس نفیس لاہور تشریف لے گئے تھے۔اور مولوی اشرف علی تھانوی کو خصوصی دعوتِ فکر دینے کیلئے ڈبہ ریزرو کرواکے اُن کی آمد کا انتظار کیا گیا تھا۔لیکن باوجود اصرار کے وہ نہیں آئے۔اس موقع پر کسی مقام پر حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ اور ڈاکٹر اقبال مرحوم کی ملاقات ہوئی۔حضرت موصوف نے اقبال کے سامنے دیوبندیوں کی عبارتیں پڑھیں تو اقبال نے بیساختہ کہا کہ ''مولانا یہ ایسی عبارات گستاخانہ ہیں کہ ان لوگوں پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا؟ ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑنا چاہئے۔''

(محمد منشا تابش قصوری، مولانا، دعوت فکر ص ۳۵ مطبوعہ مرید کے شیخوپورہ پاکستان ۱۹۸۳ء)

اقبال کا یہ کہنا کہ ''یہ ایسی عبارات گستاخانہ ہیں کہ ان لوگوں پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا؟ ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑنا چاہئے'' عقائدِ دیو بند سے ان کی نفرت و بیزاری کا اظہار ہے اور اس بات کا غماز ہے کہ وہ گستاخانِ رسول سے متنفر اور رسول علیہ السلام کے عاشق تھے۔

اقبال کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادۂ اصغر سرکار مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کا فرمان ملاحظہ ہو''ایک بار کسی شخص نے سرکار مفتیٔ اعظم سے اقبال کے کفر کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے یہ شعر

بمصطفےٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست ☆ اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

کہا ہو اسے کافر کیسے کہا جائے۔''

خود راقم، مفتیٔ منظر اسلام مولانا مفتی محمد فاروق صاحب اس بات کے گواہ ہیں۔اس موقع پر اور بھی صاحبان موجود تھے۔ ویسے مریدِ رضا مانا میاں مرحوم پیلی بھیتی نے لکھا ہے کہ انجمن نعمانیہ ہند، لاہور کے ایک اجتماع میں اقبال نے اعلیٰ حضرت سے نیاز حاصل کیا تھا۔اور اپنی ایک نعت سنائی تھی۔جسے آپ نے پسند فرمایا تھا۔'' (حضرت مانا میاں، سوانح اعلیٰ حضرت بریلی ص ۵۷ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء ملخصا)

ڈاکٹر اقبال نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر تاثرات بھی پیش کئے ہیں،ایک تاثر ملاحظہ کیجئے۔

''وہ (امام احمد رضا) بیحد ذہین اور باریک بین عالمِ دین تھے۔فقہی بصیرت میں ان کا مقام

بہت بلند تھا۔ ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہیکہ وہ کس قدر اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک و ہند کے نابغۂ روزگار فقیہہ تھے۔ ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہہ بمشکل ملے گا" (مقالات یوم رضا حصہ سوم ص ۱۰)

ڈاکٹر اقبال نے امام احمد رضا کے اس مصرع "خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ" پر دو شعر وضع کیے۔

تماشا تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش ☆ لگائے خدا اور بجھائے محمد ﷺ
تعجب تو یہ ہے کہ فردوسِ اعلیٰ ☆ بنائے خدا اور بسائے محمد ﷺ

(نوادر اقبال، سرسید بک ڈپو علی گڑھ، ص ۲۵)

عالیجناب راجہ رشید محمود صاحب، مدیر ماہنامہ نعت، لاہور نے اپنی کتاب "اقبال اور امام احمد رضا" میں دونوں حضرات کے اشعار اور واقعات سے دونوں کے عشق رسالتمآب ﷺ میں مماثلت دکھائی ہے۔ اقبال سُنّی العقیدہ تھے اور اُن کا مسلک وہی تھا جو مسلکِ اعلیٰ حضرت تھا یا جسے آج ہم "مسلکِ اعلیٰ حضرت" کہتے ہیں۔

(الف) **اقبال اور محبت رسول و احترم رسول علیہ السلام:** اقبال کے اشعار تو اس بات کے شاہد ہیں ہی کہ وہ عشقِ رسول اور احترامِ مصطفیٰ ہی کو ایمان سمجھتے تھے۔ مثلاً

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں ☆ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

۔۔اور۔۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ☆ اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

وغیرہ۔ اس کے علاوہ چند واقعات دیکھئے۔

(۱) غلام بھیک نیرنگ لکھتے ہیں "اقبال کا تعلق حضور سرور کائنات ﷺ کی ذات قدسی صفات سے اس قدر نازک تھا کہ حضور کا ذکر آتے ہی اُن کی حالت دگرگوں ہو جاتی تھی، اگرچہ وہ فوراً ضبط کر لیتے تھے۔"

(مضمون "اقبال کے بعض حالات" مشمولہ رسالہ اقبال لاہور، اکتوبر ۱۹۵۸ء، ص ۳۰)

(۲) پروفیسر سلیم چشتی رقم طراز ہیں: "میں اپنے ذاتی مشاہدے کی بناء پر بھی کہہ سکتا ہوں کہ جب کبھی سرکار دو عالم ﷺ کا نام نامی ان کی زبان پر آیا تو معاً ان کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔ اقبال عشقِ رسول میں اس قدر ڈوب گئے تھے کہ جب عاشقانِ رسول کا تذکرہ کرتے اس وقت بھی آبدیدہ ہو جاتے۔"

(مضمون، اقبال اور عشق رسول ﷺ مشمولہ ماہنامہ بصیر کراچی مئی ۱۹۸۲ء، ص ۶۸)

(۳) اقبال کو سرکار ﷺ سے ازحد عقیدت و محبت تھی۔ افغانستان سے واپسی پر قندھار میں حضور ﷺ کے خرقۂ مبارک کی زیارت کے بعد مندرجہ ذیل اشعار کہے تھے۔

رقصد اندر سینہ از زور جنوں ☆ تازہ راہ دیدہ می آید بروں
آمد باز پیراہن او بوئے او ☆ داد مارا نعرہ اللہ ہو

مدنی آقا ﷺ کی بوئے مقدس سے سرشار اقبال کا اس اٹل سچائی پر ایمان ہے کہ آقا کی نگاہ کرم

ہو تو انسان مرض سے شفایاب ہو جائے۔

صلاح الدین برنی کے نام ۱۳؍جون ۱۹۳۶ء کے ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں کہ وہ تقریباً دو سال سے بیمار تھے ایک شب انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے اپنی شفایابی کے لیے منظوم فریاد کی۔ صبح ہی سے اُن کی آواز میں نمایاں تبدیلی ہوگئی اور رنگ و روپ نکھرنے لگا۔ (ملخصاً، اقبال نامہ حصہ اوّل ص ۴۱۴)

(۴) اقبال سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر پاک سے زیادہ جینا نہیں چاہتے تھے۔ اور آخر اس عاشق رسول کی تمنا اور دعا قبول ہوئی یعنی وہ ۶۱ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ (روزگار فقیر جلد دوم ص ۸۲)

یہ تمام واقعات اس بات کے غماز ہیں کہ وہ (اقبال) سرکار کے عاشق صادق تھے۔ وہ تبرکات کی زیارت کے قائل تھے۔ اور حضور ﷺ کے توسل پر ان کا ایمان تھا۔

(ب) اقبال اور میلادِ مصطفی ﷺ: اقبال، یومِ ولادتِ رسول اکرم ﷺ منانے کے زبردست حامی تھے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ "ہندوستان میں ملتِ اسلامیہ کی شیرازہ بندی کے لیے رسولِ اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی سب سے بڑی اور کارگر قوت ہو سکتی ہے۔"

(اقبال نامہ، مرتبہ شیخ محمد عطاء اللہ، حصہ دوّم)

اقبال درود و سلام کو مسلمانوں کے لیے جزو لاینفک مانتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان کثیر تعداد میں جمع ہوں اور کوئی حضور آقائے دو جہاں ﷺ کی سوانح حیات بیان کرے۔ اور یادِ رسول اس کثرت سے اور ایسے انداز میں کی جائے کہ انسان کا قلب نبوت کا خود مظہر ہو جائے یعنی آج سے تیرہ سو سال پہلے جو کیفیت حضور سرور کائنات ﷺ کے وجودِ مقدس سے ہوئی تھی۔ وہ آج ہمارے قلب کے اندر پیدا ہو جائے۔" (آثارِ اقبال از: دستگیر رشید، ص ۳۰۶)

(ج) توہینِ رسول کے خلاف جہاد: ۱۰؍جولائی ۱۹۳۰ء کو لاہور کی شاہی مسجد میں تقریر کرتے ہوئے اقبال نے کہا "اصل مقصد توہینِ رسولِ مقبول ﷺ کا علاج ہے۔ امید ہے کہ آپ اس مقصد کو پیش نظر رکھیں گے اور سب سے پہلے صرف اسی کے لیے جدوجہد کریں گے۔ جدوجہد سے پہلے اپنی تمام قوتیں جمع کر لیں۔" (روزگار فقیر جلد دوّم ص ۴۷)

(د) اقبال کا عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ اصل تکوینِ عالم، نورِ اللہ اور حاضر و ناظر رسول ھیں: مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ کیجئے۔

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو ☆ آنکہ از خاکش بروید آرزو
یاز نورِ مصطفیٰ او را بہا است ☆ یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ است

(بانگِ درا، از: اقبال)

اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر ☆ اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس ☆ صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

(بانگِ درا، از: اقبال نظم صدیق)

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو ☆ چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو

پر نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو ☆ بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمۂ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے ☆ نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

(جواب شکوہ، بانگ درا)

(ہ) حیات النبی ﷺ: اقبالؔ بعد از وصال بھی سرکار علیہ السلام کے لیے حیات مانتے تھے۔ وہ نیاز الدین خان کے نام ایک خط میں تحریر کرتے ہیں۔ ''میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی اس طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرام ہوا کرتے تھے۔''

(انوار اقبال مرتبہ: بشیر احمد ڈار، ص ۴۵-۴۶)

(و) علمِ غیب رسول اور ان کے اختیارات و تصرفات: اقبالؔ حضور ﷺ کو غیب داں نبی مانتے تھے اور ان کے اختیارات و تصرفات پر ان کا عقیدہ تھا۔ اشعار ملاحظہ کیجئے۔

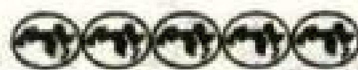
گرچہ عین ذات را بے پردہ دید ☆ ربِّ زدنی از زبان او چکید
پیش او گیتی جبیں فرسودہ است ☆ خویش را خود عبدہ فرمودہ است

سید نذیر کی روایت ہے کہ ایک بار ایک صاحب نے اقبالؔ کے سامنے بڑی حیرت کے ساتھ اس حدیث پاک کا ذکر کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ اصحاب ثلاثہ کے ساتھ اُحد پر تشریف رکھتے تھے اتنے میں اُحد لرزنے لگا تو حضور نے فرمایا ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہیدوں کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس پر پہاڑ ساکن ہوگیا۔ اقبالؔ نے یہ حدیث پاک سنتے ہی کہا کہ اس میں اچنبھے کی کون سی بات ہے۔ میں اس کو استعارہ یا مجاز نہیں بالکل ایک مادّی حقیقت سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک اس کے لیے کسی تاویل کی حاجت نہیں۔ اگر تم حقائق سے آگاہ ہوتے تو تمہیں معلوم ہوتا کہ ایک نبی کے نیچے مادّے کے بڑے سے بڑے تودے بھی لرز اُٹھتے ہیں۔ مجازی طور پر نہیں واقعی لرز اُٹھتے ہیں'' (اقبالؔ کامل ص ۶۳، جوہر اقبالؔ ص ۳۸)

اس واقعے سے ظاہر ہیکہ اقبالؔ حضور اکرم ﷺ کے اختیارات و تصرفات پر عقیدہ رکھنے کے ساتھ آپ کے علمِ غیب پر بھی عقیدہ رکھتے تھے۔

(ز) حضور وسیلۂ اعظم ھیں: اقبالؔ نے کہا ''سرکار دو عالم ﷺ کا ہم پر سب سے بڑا احسان یہ ہیکہ آپ کے فرمانے سے کہ خدا ہے ہم نے خدا کا اعتراف کرلیا۔ ورنہ ہم ساری زندگی خدا پر ایمان لا ہی نہیں سکتے تھے۔'' (اقبالؔ اور عشقِ رسول مشمولہ ماہنامہ بصیر، کراچی، ص ۶۹ ۱۹۷۳ء)

(ح) اقبالؔ سرکار علیہ السلام کی خاتمیت اور ان کے معراج جسمانی پر بھی عقیدہ رکھتے تھے۔ یہ واقعات ثابت کرتے ہیں کہ اقبالؔ کا مسلک وہی تھا جسے آج ہم مسلکِ اعلیٰ حضرت کہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے کارنامۂ تجدید انجام دے کر اسلام کی جو سچی تصویر پیش کی وہ یہی ہے اور یہی مسلک اہلسنّت، مسلکِ حق یعنی اصل اسلام ہے۔



ہماری تبلیغی کوتاہیاں واقعات کی روشنی میں

محمد سراج الدین شریفی، سہسرام، بہار

خلیفہ ہارون رشید کی خلافت کا زمانہ ہے۔ حدودِ خلافت میں چاروں طرف ہریالی اور خوشحالی ہے۔ ہارون رشید تخت نشین ہے۔ اُسے پیاس محسوس ہوتی ہے لہٰذا وہ ایک گلاس پانی پی لیتا ہے۔ اُس کے قریب ہی وقت کا ایک مشہور و معروف عالمِ ربانی، واقفِ اسرارِ شریعت و طریقت بھی بیٹھا ہوا ہے۔ خلیفہ کے پانی پی لینے کے بعد وہ اس سے مخاطب ہوتا ہے اور ایک سوال کرتا ہے جس کا جواب خلیفۂ وقت بہت خوش اسلوبی سے دیتا ہے۔ سوال یہ تھا کہ ابھی آپ نے جو پانی پیا ہے وہ اگر باہر نہ آئے تو آپ اس کے علاج کیلئے کیا کیا کر سکتے ہیں اور کتنا خرچ کر سکتے ہیں؟ خلیفۂ وقت کا جواب تھا میں اس کے علاج کیلئے کسی بھی حد تک جا سکتا ہوں یہاں تک کہ اپنی آدھی سلطنت سے بھی سبکدوش ہو سکتا ہوں۔ تب مذکورہ نائب رسول نے فرمایا کہ اے خلیفۂ وقت جس سلطنت کی قیمت و اہمیت اتنی کم ہو کہ ایک معمولی بیماری پر اس کے آدھے حصے سے سبکدوش ہونا پڑ جائے تو ایسی کم قیمت اور حقیر نعمت پر غرور اور اترانا کیسا؟ چنانچہ ان کے اس ناصحانہ انداز سے ہارون رشید بہت متاثر ہوا اور ان سے مزید نصیحتوں کا طالب ہوا۔ لہٰذا انہوں نے خلیفہ کی آرزو پوری کرتے ہوئے مزید نصیحتیں فرمائیں یہاں تک کہ اسے سیراب کر دیا۔

ہمارے علماء و صوفیائے سلف کا یہی وہ ناصحانہ طریقۂ کار اور طریقۂ تبلیغ تھا جس کی بدولت وہ ظالموں کو رحمدل، بے دینوں کو دیندار اور کم ظرفوں کو عالی ظرف بنا دیا کرتے تھے۔ ایسے لوگ بدنصیبوں کی اندھیری دنیا کی کایا پلٹ کر روشن کر دیا کرتے تھے یعنی انسانوں کی دنیا و آخرت سنوارا کرتے تھے۔ ایسے ہی باعمل علماء کو عالمِ ربانی کہا جاتا ہے اور جن کے لیے قرآن اعلان کرتا ہے "علماء ہی تو خدا سے خوف کھاتے ہیں"۔ یہ الگ بات ہیکہ آج کے اکثر بے عمل علماء بھی خود کو اس قرآنی اعلان کا مخاطب تصور کرتے ہیں۔ اور نتیجتاً بے عملی کی مزید گہرائیوں میں اترتے چلے جاتے ہیں۔

مذکورہ واقعہ بطور تمہید پیش کیا گیا ہے۔ موضوع کے متعلق واقعات کے تذکرے آگے آئیں گے۔ ایسے واقعات تاریخ اسلام کے سنہرے صفحات پر ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں محفوظ ہیں۔ امام احمد رضا بھی طالبوں اور ضرورت مندوں کی حسبِ طلب و ضرورت اصلاح و تلقین فرمایا کرتے تھے۔ ان کا یہ عمل زبانی بھی تھا اور مکتوبات کے ذریعے بھی۔ مثلاً ان کا ایک مرید داڑھی شریف کو حدِ شرع سے کم رکھتا تھا مگر مصر تھا کہ اعلیٰ حضرت اُسے وظائف وغیرہ بتائیں۔ اس نے بار بار درخواست کی مگر وہ برابر یہی نصیحت و تلقین کرتے رہے کہ پہلے داڑھی شریف کو حدِ شرع کے مطابق بڑھاؤ تب وظائف وغیرہ بتاؤنگا۔ حضرت مجدد اعظم ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کیلئے فکرمند و کوشاں رہا کرتے تھے۔ تبلیغ دین، اقدار و شعائر اسلام کی پاسبانی و ملت کی سیاسی و معاشرتی اور اقتصادی بہتری اور سب سے بڑھکر بدمذہبوں کی سرکوبی کیلئے پلاننگ کرتے رہے۔ مثلاً اپنے خلیفہ ملک العلماء مولینا ظفر الدین بہاری کے نام ایک مکتوب

میں اپنے شب و روز کے ورد اور اپنے افکار اور اقدام کا اظہار اس طرح کرتے ہیں "وہابیہ خزلہم اللہ نے تین جگہ شور مچا رکھا تھا۔ بھاگلپور، فیروز آباد اور رانڈیر۔ بھاگلپور کا نتیجہ تو یہ ہوا کہ آپ کو اس اشتہار اور مولانا سید نعیم الدین کے خط سے واضح ہوگیا۔ یہ خط اصل ہے بعد ملاحظہ واپس ہو۔ فیروز آباد میں ایک صاحب مورچہ لئے ہوئے ہیں اور انشاء اللہ وہاں حاجت نہ ہوگی۔ رانڈیر میں ابھی کوئی آدمی کام کا نہیں گیا۔ وہاں ضرورت پڑتی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے فاتحانِ بھاگلپور کو آج ہی لکھ دیا ہیکہ تیار رہیں۔ مگر انہوں نے وہاں سے کلکتہ جانے کو لکھا تھا اور شاید ابھی انہیں اطراف میں ان کا قیام مناسب ہو۔ لہٰذا آپ رانڈیر جانے کے لیے تیار رہیں۔ میرے تار کا انتظار کریں" (بحوالہ "حیاتِ اعلیٰ حضرت حصہ اوّل مکتوب نمبر ۲۱)

اس مکتوب واحد سے اعلیٰ حضرت کی دین کی خاطر فکر مندی اور بے چینی کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مگر اب ایسے باعمل علما کا قحط پڑ گیا ہے۔ اب تو امام احمد رضا کے نام پر فلک شگاف نعرے لگانے والے علماء کی اکثریت اپنے اسلاف کے طریقۂ تبلیغ اور اندازِ ناصحانہ کو بھول ہی گئی ہے۔ یہ لوگ اب فکرِ آخرت کی بجائے فکرِ دنیا میں گرفتار رہتے ہیں۔ غیروں کا حال یہ ہے کہ ان کے خواص تو اپنی جگہ ان کا ہر فرد ایک چلتی پھرتی تبلیغی مشین بنا ہوا ہے۔ جبکہ ہمارا حال یہ ہیکہ عوام کو تو جانے دیجئے ہمارے علماء اپنی ساری قوتوں اور صلاحیتوں کو اپنے نام لیواؤں کی ایک چھوٹی ٹولی بنانے پر صرف کر رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقصد و مشن بس یہی ہے۔ یعنی علم دین اور علمائے دین کا اصل مقصد فوت ہو چکا ہے اور ان کے مقاصد و علاقے بہت محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔

زمانہ گواہی دے رہا ہے کہ علمائے اہلسنت کی تبلیغی کاوشوں میں بنیادی خامیاں ہیں۔ جن کی وجہ سے گروہ اغیار کا مقابلہ تو کیا کریں گے وہ تو موجودہ دور کے جدید جنگی ہتھیاروں سے بھی ناآشنا ہیں۔ ان کا طریقۂ کار اور تبلیغی کاوشیں تقاضائے وقت کے مطابق نہیں ہیں جس بنا پر وہ عالمی پیمانے پر غیروں سے پچھڑتے چلے جارہے ہیں۔ یہ ایک بڑا بلکہ بنیادی سبب ہے ہمارے پچھڑنے کا۔ ویسے اسباب اور بھی ہیں جیسے وسائل کی کمیاں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر اہم مقام پر انہیں غیروں کا وجود ہے اور مسلم مسائل میں انہیں کا عمل دخل ہے۔ اس سے بھی بڑھکر کڑوی حقیقت یہ ہے کہ ہماری افرادی قوت بہت تیزی کے ساتھ گھٹتی جارہی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس ابتری کے عالم میں بھی ہم ہی اکثریت میں ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت کے کچھ پہلے تک رہیں گے۔ مگر خوب یاد رکھنا چاہیے کہ یہ ابدی اعزاز کسی انسانی کوشش کی بنا پر نہیں ہے بلکہ تائید غیبی کی بنیاد پر ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہیکہ مذکورہ اکثریت جس کا ہم دعویٰ کرتے ہیں کس صلاحیت کے افراد پر مشتمل ہے؟ اتنا تو طے ہے کہ مسلمانوں کا بااثر طبقہ، اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ بہت تیزی کے ساتھ ادھر سے اُدھر جارہا ہے بلکہ چلا گیا ہے۔ خود راقم کے شہر میں تین مسلم M.B.B.S ڈاکٹرس ہیں مگر تینوں اغیار کی حمایت و اشاعت کرتے ہیں یہاں کے بڑے وکلاء کا بھی یہی حال ہے اور سیاستدان تو دو ہاتھ اور آگے دین بیزار ہوتے ہیں۔ (ایسی ابتر حالت اس شہر کی ہے جسے سنیوں کا گڑھ کہا اور سمجھا جاتا ہے۔ میرا قیاس ہے کہ پورے برصغیر ہند و پاک کے ایسے ہی حالات ہیں) کالجوں، یونیورسیٹوں کے طلباء پر تو ہمارا کوئی اثر ہے ہی نہیں جبکہ اغیار نے باضابطہ طور پر ان تعلیمی اداروں میں اپنے

طلباء کی جماعتیں قائم کرکے اپنے اثرات کو اتنی بلندیوں تک پہونچا دیا ہے جنہیں چھونے کی ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ اصل میں اسکول سے یونیورسٹی تک کے اردو نصاب میں جن نام نہاد مسلم خادمینِ اُردو اور اسلام کے تذکرے ملتے ہیں ان میں اکثر اغیار یا بد مذہب ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ قومِ مسلم کا با اثر طبقہ وہ چاہے سیاست میں ہو کہ انتظامیہ میں ڈاکٹر ہو یا انجینئر یا کسی اور جدید علم وفن کا شہسوار ہو، یہاں تک کہ بڑے تاجران وصنعت کار بھی یا تو غیروں کے زیر اثر ہیں یا پھر بالکل دین سے بیگانہ وآزاد۔ یہ قسم ایسے لوگوں کی ہے جو کسی نہ کسی طرح سے اغیار سے جڑے ہوئے ہیں۔ مثلاً راقم کے یہاں D.M اور A.D.M. وغیرہ مسلمان ہیں مگر قارئین کو جان کر حیرت ہوگی کہ اوّل بالواسطہ تو دوئم بلاواسطہ وہابیوں کے زیر اثر ہے۔ اس پیمانے سے اگر ہم لوگ اپنے ملک اور اسی طرح پوری دنیا کے مسلم معاشرہ پر نگاہ ڈالیں گے تو اپنے اور اغیار کی طاقت کا صحیح پتہ چل جائیگا۔ مگر افسوس کہ اسی سچائی کو ہمارا ذمہ دار طبقہ محسوس ہی نہیں کر رہا ہے قبول کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔

آج کی بزم میں ہم سُنّی دنیا کے کچھ تلخ حقائق جو دو سچے واقعات پر مبنی ہیں، پیش کرنے کی کوشش کریں گے اور یہ دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ آخر ہماری تبلیغی کاوشیں غیروں کے مقابلے بے اثر بلکہ ناکام کیوں ہیں؟ ہم مقابلے سے باہر کیوں ہوتے جارہے ہیں؟ ایسا تو نہیں ہے کہ وسائل کے نام پر ہمارے پاس کچھ ہے ہی نہیں؟...... وسائل ہیں اصل میں ہم ان کا صحیح استعمال نہیں کرتے۔ ہمارے وسائل کا غلط استعمال ہو رہا ہے۔ آج کا سُنّی جلسے جلوسوں کے پیچھے دوڑ رہا ہے۔ ایک ہی شہر میں ایک ہی سال کے اندر کہیں درجنوں تو کہیں سیکڑوں جلسے منعقد کیے جارہے ہیں۔ جن پر لاکھوں کروڑوں روپئے اور قیمتی اوقات قربان کیے جارہے ہیں۔ اتنا ہی نہیں اعراس کی بھی خوب دھوم دھام ہے اور اب تو نئی نئی خانقاہیں بھی معرضِ وجود میں آرہی ہیں جہاں عوامِ اہلسنّت اور اُن کے وسائل کا بے دردی کیساتھ غلط استعمال کیا جارہا ہے۔ اس طرح عوام کا مزاج بگڑتا چلا جارہا ہے۔ وہ تقاضائے وقت کے مطابق لٹریچر کی طرف بالکل توجہ نہیں دے رہے ہیں۔ مذکورہ لاکھوں کروڑوں روپئے اور بے حساب قیمتی اوقات کو اگر علمائے اہلسنّت کی کتابوں کو پڑھنے پڑھانے اور عوام میں مفت تقسیم کرنے پر صرف کیا جاتا تو جلسے جلوسوں کے مقابلے ہزار گنا زائد مذہبی ومسلکی فوائد حاصل ہوتے۔ ایسا کرنے سے مذہبی دنیا کا رنگ نکھر جائیگا اور بگڑے معاشرے کی کایا پلٹ ہوجائیگی۔ اور اس طرح ہم کسی حد تک غیروں کے مقابلے میں آجائیں گے۔ اور ہر جگہ اپنی موجودگی کا احساس دلاتے رہیں گے۔ مذکورہ بالا اعمال سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا کہ عوام میں اعتقادیات کی نسبت مذکورہ لٹریچر کی مدد سے اتنی پختگی آجاتی کہ موجودہ بدعقیدگی کا طوفان جو غیروں نے اُٹھا رکھا ہے اس سے وہ خود ٹکرانے کی صلاحیت حاصل کرلیتے۔

آج جب کہ اغیار کی بے دین لہریں بہت تند وتیز چل رہی ہیں اور وہ صرف عوامِ اہلسنّت ہی کو نشانہ بنارہی ہیں بلکہ انہیں بہالے جارہی ہیں۔ ایسے حالات میں اپنے اعتقاد میں استقامت کیلئے لازمی ہے کہ ہم اسلامی عقائد ونظریات، اسلامی اصول وقوانین کو جانیں اور سیکھیں تاکہ کسی بھی بے دین تحریک یا طوفان کا علماء پر انحصار کیے بغیر از خود مقابلہ کرسکیں۔ مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہو رہا ہے۔ مشاہدہ تو ہے کہ کئی

لوگ کسی دینی تحریک سے متاثر ہوکر بے عملی کی تاریکی سے نکل کر عمل کی روشنی میں آئے مگر کچھ ہی دنوں بعد علومِ اسلامی سے ناواقفیت کی بنا پر وہ دوبارہ تاریکی میں ڈوب گئے۔

ماہنامہ کنزالایمان دہلی نے دو ہزار عیسوی کے ایک شمارہ میں اپنے مستقل کالم ''حل المشکلات'' کے تحت ایک سوال و جواب شائع کیا تھا۔ مذکورہ سوال و جواب بہت فکر انگیز ہے اور راقم کے افکار کی تائید کرتے ہیں سوال: ہم لوگ چار بھائی ہیں۔ ایک بھائی ایک مذہبی اجتماع میں شریک ہوا تھا۔ اس کے بعد اس نے عمل کی دنیا میں قدم رکھا۔ اس کی نقالی میں ہم بقیہ بھائی بھی اس کے نقشِ قدم پر چلنے لگے۔ اپنے چہروں کو داڑھی سے سجایا اور نماز وغیرہ کی پابندی کرنے لگے۔ کچھ عرصے تک سب کچھ ٹھیک ٹھاک چلا۔ مگر اب لوگ طعنہ دے رہے ہیں کہ ہم لوگ مذکورہ تحریک والوں کی باتوں میں آ کر بیوقوفیوں کے شکار ہوگئے اور جدید تقاضوں سے منہ موڑ کر اپنا نقصان کر بیٹھے۔ ایسے حالات میں ہم چاروں بھائیوں کو کیا کرنا چاہیے اور کیا واقعی ہم لوگوں نے غلطیاں کی ہیں اور بیوقوف بنے ہیں؟ جواب: آپ لوگ صحیح راستہ پر ہیں۔ جو لوگ طعنہ دے رہے ہیں وہ خود گمراہ اور بیوقوف ہیں۔ آپ لوگ ان کی طعنہ زنی پر توجہ نہ دیں۔ آپ لوگ بتائیں اگر کل کوئی نعوذ باللہ یہ کہے کہ تمہارا مذہب جھوٹا ہے تو کیا تم لوگ اس غلط قول کو صحیح تصور کر کے اپنے مذہب کے تئیں وسوسوں کے شکار ہو جاؤ گے۔؟ (یہاں مذکورہ سوال و جواب کا صرف مفہوم پیش کیا گیا ہے۔)

اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں اور اہلسنت کی تبلیغی کوتاہیوں کو واقعات کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔

تقریباً پندرہ سال پہلے ایک شہر میں ایک بڑے عالمِ دین رہا کرتے تھے۔ وہ ایک زبردست خطیب تھے۔ اپنے نام کے ساتھ ایک اونچا خطاب رکھتے تھے۔ تھوڑا تھوڑا صحافتی شوق بھی تھا۔ ان کی ایک مسلم تاجر سے بہت گہری دوستی تھی۔ اتنی گہری کہ وہ جب شہر میں موجود ہوتے تو اس تاجر کی دوکان پر ضرور تشریف لاتے۔ اور گھنٹوں بیٹھتے تھے۔ دیکھا گیا ہے کہ ان گھنٹوں کی نشست کے دوران صاحب دوکان اور مذکورہ عالم کے درمیان کوئی مذہبی یا مسلکی گفتگو نہیں ہوتی تھی صرف دنیا کی باتیں اور ہنسی مذاق ہوا کرتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ ناشتہ چائے پھر سگریٹ نوشی۔ سگریٹ دونوں پیا کرتے تھے۔ اس تاجر کا ایک دوست ایسا بھی تھا جس نے اس شہر کو جماعت اسلامی سے روشناس کرایا ہے۔ اور بعد میں خود شہر کا امیر بنا۔ اور اب تو وہ صوبائی لیول کا عہدہ دار اور تنخواہ دار ہے۔ چنانچہ اس جماعتی کی بھی روزانہ اس دوکان پر نشست و برخاست تھی۔ ہمارے عالم دین اور جماعتی کے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوتی تھی۔ حالانکہ دونوں قریب ہی بیٹھتے تھے۔ یعنی ان دونوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ ہوتا تھا۔ ایک طرف جماعتی دوسری طرف دوکاندار اور درمیان میں ہمارا نمائندہ۔ یہ سلسلہ برسوں چلا کم سے کم دس سال۔ اس کے بعد اچانک خطیب اہلسنت کا انتقال پُر ملال ہو جاتا ہے۔ یہ ایک بڑا حادثہ تھا۔ اہلسنت و جماعت کا زبردست نقصان تھا۔ اسے یوں سمجھئے کہ اس نقصان کو ملکی سطح پر محسوس کیا گیا تھا۔ اس وصال کے ساتھ ہی ان کی نشست گاہ خالی رہنے لگی ہے۔ چند سالوں تک وہ جماعتی مبلغ اپنے روزانہ کے معمول کے مطابق آتا جاتا رہا۔ پھر اُس کا آنا

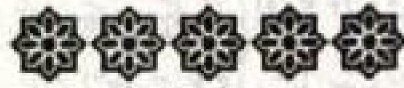
جانا کم ہو جاتا ہے۔ کیوں.....؟ اس لیے کہ اس کا مشن کامیاب ہو چکا تھا۔ مشاہدہ یہ ہے کہ اس کے بعد وہ تاجر خود جماعت اسلامی کی تبلیغ کرنے لگتا ہے۔

اس واقعہ سے کیا ثابت ہوتا ہے یہی نہ کہ مذکورہ تاجر نے عالم اہل سنت کا نہیں بلکہ جماعت اسلامی کے مبلغ کا اثر قبول کیا۔ وجہ کیا تھی یہی نہ کہ عالم دین نے زبردست غفلت اور کوتاہیوں سے کام لیا، جس کے نتیجے میں ایک کامیاب اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلم تاجر جو اپنا ایک حلقۂ اثر بھی رکھتا ہے ادھر سے اُدھر چلا گیا یعنی سنّی سے وہابی بن گیا۔ کاش اگر ترجمانِ اہلسنّت اپنے سامنے موجود اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے کہ ان کے تاجر دوست کے پاس ایک وہابی بھی اٹھ بیٹھ رہا ہے اور ممکن ہے کہ وہ اسے گمراہ کر کے اپنا بنالے۔ یہ ہم سب کا مشاہدہ بھی ہے کہ وہابی جہاں کہیں بھی رہتے ہیں اپنے مقصد ومشن کو سامنے رکھتے ہیں۔ اور عموماً بہت بھولے پن کے ساتھ اپنی بدمذہبیت پھیلانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ اپنے ہاتھوں میں اپنا لٹریچر لیے رہتے ہیں اور لوگوں کو دعوتِ مطالعہ دیتے رہتے ہیں۔ لہٰذا اس پیش نظر خطرہ کے تدارک کے لیے عالمِ اہلسنّت کو کوئی مناسب حفاظتی ترکیب کرنی چاہئے تھی۔ مگر انہوں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا بلکہ خوابِ غفلت میں پڑے رہے۔ جیسا کہ ہمارے اکثر علماء کا طریقہ ہے۔ (الاّ ماشاء اللہ) ان کی کوتاہیوں کے نتیجے میں آج وہ تاجر بجائے راہِ حق کے راہِ باطل کی تبلیغ کر رہا ہے۔

مذکورہ واقعہ میں تو صرف ایک عالمِ دین جو ملک ومسلک کا بہترین خطیب وصحافی تھا اس کی غفلت وکوتاہیوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔ دوسرا واقعہ تو بہت زیادہ حیرت ناک اور غمناک بلکہ خون کے آنسو رُلانے والا ہے۔ اسی شہر میں ایک ڈاکٹر بھی رہتے ہیں جو دیگر ڈاکٹروں پر سبقت رکھتے ہیں۔ وہ شہر کی ادبی و معاشرتی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے رہتے ہیں۔ ان کے والد مرحوم عالم بھی تھے، صوفی بھی اور حکیم وقت بھی اور ساتھ ساتھ شیخ طریقت بھی۔ انہی حکیم مرحوم کے وقت سے مذکورہ ڈاکٹر کے گھر اور مطب پر شہر کے سنی علماء کا آنا جانا تھا۔ ان کا یہ آنا جانا روزانہ کا معمول تھا۔ موجودہ ڈاکٹر اور مقامی علماء اہلسنّت کے درمیان بہت اچھے اور گہرے بلکہ گھریلو تعلقات تھے۔ یہاں تک کہ مذکورہ علماء اس ڈاکٹر سے اپنے دینی و دنیاوی معاملات میں مشورے بھی لیا کرتے تھے۔ یہاں کوئی سوال کرسکتا ہے کہ ایک ڈاکٹر سے ایک عالمِ دین بھلا دینی معاملات میں مشورہ کیوں کریگا؟ تو جواب یہ ہیکہ مذکورہ علمائے کرام اس شہر میں ایک مشہور دارالعلوم بھی چلایا کرتے تھے لہٰذا مشورے بھی اسی تعلق سے ہوا کرتے تھے۔ جب تک مرحوم حکیم صاحب تھے سب کچھ ٹھیک ٹھاک تھا مگر ان کے وصال کے ساتھ ہی سب کچھ بدل گیا یہاں تک کہ ان کے گھر کا ایمان وعقیدہ بھی۔ یعنی موجودہ ڈاکٹر بھی اب جماعت اسلامی کی شدت کے ساتھ تبلیغ کرنے لگا ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ وہ جماعتی جس کا پہلے واقعہ میں ذکر ہو چکا ہے وہ اس ڈاکٹر کے پاس بھی باضابطگی کے ساتھ آتا جاتا تھا۔ اور اس طرح اسے اپنے شیشے میں اُتارنے کے خاموش عمل میں مصروف تھا۔ یہاں تک کہ وہ یہاں بھی اپنا کھوٹا سکہ چلا دیتا ہے۔ یعنی اپنے مقصد ومشن میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

یہاں ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ پہلے واقعہ میں تو جماعت کے مقابلے صرف ایک عالم تھا مگر دوسرے واقعہ میں تو اس جماعتی کے مقابلے شہر کے کئی ممتاز علمائے اہلسنّت تھے یعنی موجودہ ڈاکٹر ایک عالم نہیں بلکہ

علماء کی جھرمٹ میں رہا کرتا تھا۔ مگر اس نے ان میں سے کسی کا بھی اثر قبول نہیں کیا اگر قبول کیا تو صرف اس جماعتی کا۔ آخر ایسا کیوں ہوا......؟ ایسا تو نہیں کہ نعوذ باللہ ہمارا مسلک غلط ہے؟ نہیں یقیناً نہیں۔ ثابت یہی ہوتا ہے کہ ہمارا مسلک تو صحیح ہے مگر علماء کا طریقۂ کار اور طریقۂ تبلیغ صحیح نہیں ہے بلکہ کوتاہیوں سے پر ہے۔ ہمارے علماء میں اپنے فرائض منصبی کا احساس مردہ ہو چکا ہے۔ اسی لیے تبلیغ دین کے سلسلے میں غافل و کوتاہ ثابت ہو رہے ہیں۔ جب ہی تو مذکورہ واقعات رونما ہوئے۔ آخر وہ جماعتی جو ہمارے علماء کے مقابلے کم علم ہے دونوں جگہ اپنا کھوٹا سکہ کیسے چلا دیتا ہے؟ سارے احوال پر غور کرنے کے بعد نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ہمارے اغیار اپنی تبلیغی کاوشوں کے تئیں پُر خلوص ہیں اور ان کا طریقۂ تبلیغ جدید اور تقاضائے وقت کے مطابق ہے۔ جبکہ علمائے اہلسنت اپنی تبلیغی کاوشوں کے تئیں خلوص سے خالی ہیں، اُن کا طریقۂ تبلیغ روایتی اور فرسودہ ہے اور جو جدید تقاضے پورے نہیں کرتا۔



اخبارِ رضا

☆ رضا اکیڈمی ممبئی نے ۱۵۰ واں یوم ولادت امام احمد رضا کے موقع پر روزنامہ "انقلاب" ممبئی اور روزنامہ "راشٹریہ سہارا" دہلی کا امام احمد رضا نمبر شائع کرایا۔ اور ان دو اخباروں میں ساتھ ہی رضا انعامی مقابلہ بھی شروع کرایا گیا جو پندرہ دنوں تک جاری رہا۔ اس مقابلہ میں پہلا انعام حج کی سعادت اور دوسرا انعام عمرہ کی سعادت رکھا گیا تھا۔ ☆ نوری مشن، مالیگاؤں نے امام احمد رضا کے ۱۵۰ واں یوم ولادت کے موقع پر ہفت روزہ "ڈسپلن" مالیگاؤں کا امام احمد رضا نمبر شائع کرایا۔ ☆ مولانا شیخ بلال احمد حبیبی کو ان کے تحقیقی مقالہ "مفتی احمد یار خان۔ حیات اور کارنامے" پر میسور یونیورسٹی نے ۲۲ر دسمبر ۲۰۰۱ء کو پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی ہے۔ یہ مقالہ پروفیسر مسعود سراج، صدر شعبۂ اردو میسور یونیورسٹی کی نگرانی میں سپرد قلم کیا گیا۔ ☆ "کونڈوں کی شرعی حیثیت" الدار السنیہ ۹۵، اُندریا اسٹریٹ، ناگپاڑہ، ممبئی۔۸ نے شائع کی ہے۔ قیمت: پندرہ روپے۔ ☆ سنی یوتھ فیڈریشن۔ ۱۶۷، ڈم ٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔۸ نے حضور سید آل رسول نظمی مارہروی قبلہ کی انگریزی تصنیف Islam the Religion Ultimate شائع کی ہے ہدیہ 60 روپے۔ ☆ "اعلیٰ حضرت۔ اعلیٰ حضرت کیوں؟" مصنفہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، نوری مشن۔ مالیگاؤں نے شائع کرکے اہل علم میں مفت تقسیم کی ہے۔ ☆ علامہ عبدالستار ہمدانی نے "سر کٹاتے ہیں تیرے نام پر مردانِ عرب" (دو جلدوں) میں مرتب کرکے اپنے ادارے مرکز اہلسنت برکات رضا، امام احمد رضا روڈ، پوربندر (گجرات) سے شائع کی ہے۔ ☆ محکمۂ اقلیتی فلاح و بہبود حکومت اتر پردیش نے جامعہ ہمدرد نئی دہلی سے درجات عالیہ کا نیا نصاب تیار کرایا جسے ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم (صدر شعبۂ علوم اسلامیہ) نے مرتب کیا اور یہ نصاب نصاب کمیٹی نے منظور کرلیا اور اس کے نفاذ کا اعلان بھی کردیا۔ اسی مرتبہ نصاب کو جامعہ ہمدرد، نئی دہلی نے شائع کردیا ہے۔ قیمت: ۵۰ روپے۔ ☆ الدار السنیہ ۹۵، اُندریا اسٹریٹ نے مولانا سراج القادری بہرائچی کی دو کتابیں شائع کی ہیں۔ "گستاخ قلم" اور "انوار قرآنی" ہر ایک کا ہدیہ بارہ ۱۲ روپے ہے۔

رودادِ پاکستان ۹۹ء قسط ۵

۲۱ر نومبر ۱۹۹۹ء کو میں نے پاکستان میں قدم رکھا اور اگلے ہی دن ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا سے یہ اطلاع ملی کہ ۱۷ر نومبر ۱۹۹۹ء کو حکیم اہلسنّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحلت فرماگئے۔ اس اطلاع سے میں اس قدر شدید صدمہ سے دوچار ہوا جیسے کوئی اپنا عزیز رخصت ہوگیا ہو۔ دنیا جانتی ہے کہ اس درویش صفت انسان کے اہلسنت پر کیا احسانات ہیں۔ آج پوری دنیا جو امام احمد رضا کو جانتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ انھی کے کرائے گئے تعارف کی بدولت ہے۔ افکار رضا کو جہانِ رضا میں پھیلانے میں یہ ہستی صفِ اوّل میں نظر آتی ہے بے شمار افراد و ادارے ان کی ہی رہنمائی اور مشوروں سے دین وسنیت کا کام کرر ہے تھے۔ اسٹیجوں پر مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگانے والے اگر ایک نظر اپنے آپ پر ڈال لیں اور پھر حکیم موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ سے موازنہ کریں جو نہ عالم تھے، نہ سجادہ نشین تھے نہ ہی انہیں خانوادۂ رضا سے کوئی نسبت تھی اس کے باوجود وہ ہی سچا عاشقِ رضا نظر آئے گا اور باقی سب کے دعوے اور نعرے کھوکھلے نظر آئیں گے۔ مجھے خوشی ہے کہ ایسی بلند مرتبت ہستی سے ملنے کا شرف مجھے بھی میسر آیا تھا۔

لاہور آنے پر اظہارِ تعزیت کے لیے اُن کے مطب ۵۵ر ریلوے روڈ پر برادرم خلیل احمد رانا کے ساتھ حاضر ہوا۔ دعائے مغفرت کی اور اپنے ٹوٹے پھوٹے تاثرات وہاں موجود رجسٹر میں درج کیے۔ حکیم اہلسنت کے خادمِ خاص جناب ہمایوں صاحب نے حکیم صاحب کی سُنّت پر عمل کرتے ہوئے لاہور کی مشہور لسی منگوا کر پلائی۔ اور بھیگی آنکھوں سے ہمیں رخصت کیا۔

پاکستان میں مَیں دو شخصیتوں سے بیحد متاثر ہوا۔ اور میری روداد میں بھی بار بار اس کا اعتراف قارئین نے پڑھا ہوگا۔ ایک پیر زادہ اقبال احمد فاروقی صاحب، دوسرے علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب۔ یہ دو حضرات اس لیے بھی بہت مقبول ومحبوب ہیں کہ انھوں نے کام کرنے والوں کا ہمیشہ حوصلہ بڑھایا۔ کسی بھی میدان میں اگر کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے، ان کی غلطیوں کی اصلاح کرتے ہوئے انھیں صحیح سمت نہ بتائی جائے، ان کی رہنمائی اور سرپرستی نہ کی جائے تو خلوص سے کام کرنے والے افراد تھوڑے ہی دنوں میں کام چھوڑ دیتے ہیں یا پھر غلط سمت میں نکل جاتے ہیں۔ اس طرح ان کی صلاحیتوں کا صحیح استعمال نہیں ہو پاتا اور دین وسنیت کا خاطر خواہ کام آگے بڑھ نہیں پاتا۔ ان دو حضرات کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ ہر نئے فرد کی چاہے چھوٹا ہو یا بڑا حوصلہ افزائی کرتے ہیں (بالخصوص نوجوانوں کی) اور صحیح سمت میں رہنمائی کرتے ہیں اور اس کے عوض کچھ مطالبہ نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے مخالفت رکھنے والے افراد بھی ان کی خدمات کی وجہ سے عوام کو ان سے دور نہ کرسکے۔

میں مسلم کتابوی پر کھڑا کتابیں دیکھ رہا تھا کہ اسی اثناء میں فاروقی صاحب کچھ اور دوستوں کے ہمراہ تشریف لائے۔ پتہ نہیں لاہور میں میری آمد کے ساتھ ہی محبانِ رضا کیوں مجھ سے ملنے کے لیے دور

دراز سے تشریف لاتے ہیں حالانکہ اُن تمام افراد سے براہ راست میرے مراسم بھی نہیں ہیں۔ میں نے اپنا رابطہ صرف علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب سے ہی برقرار رکھا ہے اور ان کے ہی توسط سے دیگر احباب سے ہمارا رابطہ بنا ہوا ہے۔ ہم افکارِ رضا پاکستان میں تقسیم کے لیے اُن کے پاس بھجوا دیتے ہیں اور انہوں نے ہی وہاں ہمارا حلقہ بنادیا ہے۔ اب نہ جاننے والے حضرات بھی تعارف کرانے یا میری آمد کی اطلاع ملنے پر دور دراز سے پرانے دوستوں کی طرح ملنے چلے آتے ہیں اور اپنی رضا دوستی کا ثبوت دیتے ہیں۔ اس میں میرا کوئی کمال نہیں، افکار رضا کا کمال ہے ہم نے صرف اتنی کوشش کی ہے کہ لوگ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے حوالے سے یکجا ہو جائیں، ان کی فکر کو جانیں سمجھیں اور اسے عام کرنے میں جُٹ جائیں۔ امام احمد رضا ہی ہمارے درمیان اتحاد کی علامت ہیں، امام احمد رضا ہی مسلک اہلسنت کی پہچان ہیں۔

مجھ سے ملنے کے لیے آنے والوں کے نام ہیں، محمد سعید مجاہد آبادی اور محمد عبدالستار طاہر۔ یہ دونوں حضرات حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے مریدین ہیں اور اپنے پیر و مرشد کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کتابوں کے مسلک کی اشاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ محمد سعید مجاہد آبادی صاحب نے اپنے دادا پیر حضرت مفتی مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ بنام ادارہ مظہر اسلام قائم کیا ہے جو خصوصی طور پر حضرت مسعود ملت اور مفتی محمد مظہر اللہ شاہ دہلوی علیہ الرحمہ کی کتب کی اشاعت کررہا ہے۔ اب تک اس ادارے کے تحت دسیوں کتب شائع ہوکر افادۂ عام کا سبب بنی ہیں۔ پروفیسر مسعود احمد صاحب کے مریدین اپنے پیر صاحب کا بہت خیال رکھتے ہیں اور اُن کے مشن کو آگے بڑھانے میں بہت تعاون کرتے ہیں۔ ادھر حضرت نے کوئی کتاب لکھی اُدھر مریدین نے شائع کرکے عوام تک پہنچا دی۔ کراچی میں بھی کچھ مریدین نے ادارۂ مسعودیہ قائم کیا ہے جو صرف مسعود ملت کی کتب کی اشاعت میں لگا ہوا ہے۔ مریدین حضرات اپنے یہاں کی تقاریب میں پیر صاحب کی کتب تمام مہمانوں کو تقسیم کرتے ہیں۔ کاش کہ اعلیٰ حضرت کے اہلِ خانہ، مریدین اور متوسلین بھی اعلیٰ حضرت کی کتابوں کی طرف توجہ دیتے تو اب تک ان کی تمام ہی کتب شائع ہو جاتیں۔

محمد سعید صاحب کو میں نے بہت ہی خلیق اور ملنسار پایا۔ انہوں نے مجھے اپنے گھر قیام کی بھی دعوت دی۔ ...... جناب محمد عبدالستار طاہر صاحب اپنے پیر صاحب کے شیدائیوں میں سے ہیں۔ ہندوستان کے عوام ان سے بہت کم واقف ہوں گے حالانکہ تاریخ میں حضرت مسعود ملت کا جب بھی نام آئے گا محمد عبدالستار طاہر صاحب کا حوالہ ضرور آئے گا۔ اس کی وجہ یہ ہیکہ جس طرح پروفیسر صاحب نے اعلیٰ حضرت کی کتب و نگارشات پر تحقیق و تدقیق کرکے ان کے افکار و نظریات کو منضبط کیا اور لوگوں تک عام فہم انداز میں پہنچایا یہی کام عبدالستار صاحب اپنے پیر صاحب کے لیے کررہے ہیں۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت مسعود ملت کی تحاریر کو سینکڑوں کتب و رسائل سے جمع کرکے انہیں منضبط کیا۔ پھر موضوع کے حساب سے مواد جمع کرکے شائع کروایا۔ ان کے مکاتیب کو جمع کرکے "مکاتیب مسعودی" دو جلدوں میں ترتیب دیا۔ غرض کہ عبدالستار طاہر صاحب کسی مشین کی طرح اپنے کام میں جتے رہتے ہیں۔

پروفیسر مسعود صاحب پر ان کی تحقیق کتب کی تعداد تقریباً سو کے قریب ہوگی۔ اور ان کا کام مسلسل جاری ہے۔ جناب عبدالستار صاحب سراپا عاجزی اور انکساری کا پیکر تھے۔ ایسی بلند مرتبت ہستیوں سے ملنے کے بعد بہت خوشی ہوتی ہے کہ کام کرنے والوں کی محنت کبھی رائیگاں نہیں جائے گی۔ ان کی چند مرتب کردہ کتب یہ ہیں۔ آئینۂ رضویات، تخصصاتِ حضرت مسعودِ ملّت، حضرت مسعودِ ملّت اور رضویات، خلفائے اعلیٰ حضرت، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے اہم مکاتیب، منزل بہ منزل، تذکارِ مسعودِ ملّت وغیرہ۔

جناب محمد سعید مجاہد آبادی صاحب نے مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ آپ ہمیں علامہ ارشد القادری صاحب کی تحریریں جو مختلف رسائل خصوصاً ان کی زیر ادارت شائع ہونے والے رسائل جامِ شہود ...... بھجوا سکیں تو کرم ہوگا۔ اگر اصل دستیاب نہ ہوں تو ان تحریروں کے عکس ہی بھجوادیں، ہم ان کی تحریروں کو تحقیق سے مزین کرکے منضبط کرکے جدید خطوط میں شائع کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں کوشش کروں گا اگر مل گئی تو ضرور بھجوادوں گا۔ ...... پھر یہ دونوں حضرات تھوڑی دیر بعد رخصت ہوگئے۔

اسی طرح ملاقاتوں اور کتب بینی میں میری واپسی کا وقت قریب آگیا۔ اور ہم داتا کی نگری سے رخصت ہوئے۔ ہماری سیٹ نائٹ کوچ ٹرین کے نان اے سی (بغیر ایئر کنڈیشنڈ) ڈبوں میں تھی۔ سیٹ تو ریزرو تھی مگر جب ٹرین روانہ ہوئی تو بے شمار مسافر اس ریزرو ڈبے میں سوار ہوکر تکلیف کا باعث بنے۔ میرے ساتھ ماموں زاد بھائی تھے انہوں نے ازراہِ مروّت اپنی سیٹ ایک خاتون کو دیدی اور دروازے کے پاس کھڑے ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد مجھے بھی اپنی سیٹ سے دست بردار ہونا پڑا۔ پاس ہی بیٹھے ہوئے ایک بڑے میاں جن کی عمر ستر اسّی سے کم نہیں ہوگی انہوں نے یہ تبصرہ کیا کہ "ہندوستان کی ٹرینیں اچھی ہیں کہ ریزرو سیٹوں پر کوئی قبضہ نہیں جما سکتا مسافر کو آرام سے سفر کا موقع ملتا ہے جبکہ پاکستان میں کوئی قانون ہی نہیں"۔ پاکستان میں مَیں نے جب جب ٹرینوں میں سفر کیا اس قسم کے تاثرات سننے کا موقع ملا۔ یہاں کے باشندے پاکستانی ریلوے کی بدنظمی اور خراب کارکردگی سے بہت ناخوش رہتے ہیں۔ یہ حال عوام کا ہی نہیں اُن خواص کا بھی ہے جو فرسٹ کلاس اے سی میں سفر کرتے ہیں۔ ایسے مواقع پر اکثریت نے ہندوستانی ریلوے کی تعریف کی تو مجھے بیحد فرحت کا احساس ہوا اور فخر ہوا کہ میں ہندوستانی ہوں۔

دورانِ سفر وقت گزاری کے لیے کتب بینی میرا ہمیشہ کا معمول ہے۔ لاہور میں برادرم خلیل احمد رانا نے ایک نئی کتاب "میٹھی میٹھی سُنّتیں اور دعوتِ اسلامی" تحفتاً پیش کی تھی جو کہ اُن کے ایک دوست کی تحریر کردہ ہے اور اس کتاب کی تیاری میں رانا صاحب کا بھی تعاون شامل رہا ہے۔ یہ کتاب ایک دیوبندی ابن لعل دین کی علمائے اہلسنت اور فیضانِ سُنّت پر اعتراضات پر مشتمل کتاب "میٹھی میٹھی سُنّتیں یا ---" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ وہاں بدمذہب جماعتیں دعوتِ اسلامی کی کامیابیوں سے اس قدر خائف ہیں کہ آئے دن اُن کے خلاف کچھ نہ کچھ پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ میں کتاب کھول کر پڑھنے میں مصروف ہوگیا۔ کمپارٹمنٹ میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے میں دروازے کے پاس اکڑوں ہوکر بیٹھ کر پڑھنے لگا۔ دوسرے دروازے کے پاس میرے کزن عادل اپنے دو ہم عمر ساتھیوں

سے بات چیت کر رہے تھے۔ اور ہمارے درمیان فرش پر ایک صاحب استراحت فرما تھے۔ مطالعہ کے دوران میں میرے کانوں میں عادل کی آوازیں مسلسل آرہی تھیں جو کہ دعوت اسلامی کے لیے کام کرتا ہے۔ وہ ان نوجوان لڑکوں کو سمجھا رہا تھا کہ آج کے گمراہ کن حالات میں لازم ہے کہ ہم اہلسنت و جماعت جو کہ دین برحق ہے، کے ساتھ وابستہ رہیں ورنہ ایمان کے چور ہماری سب سے قیمتی متاع لوٹ لے جائیں گے اور ہم آخرت میں دائمی عذاب کے مستحق ہونگے۔ میں نے دیکھا کہ عادل بہت اچھی طرح سے اُن لڑکوں کو متاثر کر رہا ہے۔ اور وہ لڑکے بھی بدمذہبوں کی برائیاں کرنے لگے ہیں۔

اُن کی باتیں سُن کر ہمارے درمیان سونے والے صاحب فوراً ہی بیدار ہوگئے اور عادل سے کہنے لگے کہ آپ نے ابھی کہا کہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز ہے تو بتایئے اس طریقہ سے سلام پڑھنا کہاں لکھا ہے؟ وہ شخص جو صورت سے ہی دیوبندی لگتا تھا کے اعتراض پر میں خاموش نہ رہ سکا اور بولا کہ پہلے آپ یہ بتایئے کہ اس طریقہ سے سلام پڑھنا منع ہے یہ کہاں لکھا ہے؟ ایک لمحہ کیلئے کہ تو وہ خاموش ہوگیا پھر پینترا بدل کر اتحاد کی باتیں کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میں نے بھی سُنّی علماء کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں ہم میں کچھ اختلاف نہیں ہے۔ اس پر میں نے سوال کیا کہ آپ نے سُنّی علماء کی کونسی کتابیں پڑھی ہیں، چند کتابوں کے نام تو بتایئے؟ مگر وہ ایک کتاب کا بھی نام بتا نہ سکا۔ اس پر میں نے کہا کہ جب آپ نے کچھ پڑھا نہیں تو غلط بیانی سے کام کیوں لے رہے ہیں؟ مزید میں نے ایک دو سوال اور کیے تو وہ شخص استنجا کا بہانہ کر کے فرار ہوگیا اور پھر سارا سفر ہم سے دور ہی رہا۔

ہم دوسرے روز (یکم دسمبر ۱۹۹۹ء) صبح ۱۱ بجے کراچی پہنچے۔ گھر پہنچ کر میں تازہ دم ہوکر دوبارہ نکل پڑا۔ مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب نے ملنے کیلئے کہا تھا اُن سے رابطہ کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ وہ عمرہ کیلئے روانہ ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنی تازہ کتب تحفتاً پیش کیں۔ سید وجاہت رسول صاحب کے گھر ملنے گئے تو حضرت کہیں گئے ہوئے تھے۔ اسی طرح ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب نے بھی روانگی سے قبل گھر پر ملاقات کرنے کو کہا تھا مگر مصروفیات کی بناء پر جانے کا موقع نہیں ملا۔ ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری ان دنوں علیل تھے روانگی کے وقت اُن سے الوداعی گفتگو کے لیے گھر فون کیا تو معلوم ہوا کہ طبیعت زیادہ خراب ہونے کے باعث آرام فرما رہے ہیں۔ اس سفر میں مجھ گناہ گار کا سب سے زیادہ تعاون صوفی مقصود حسین اویسی (خلیفۂ علامہ فیض احمد اویسی صاحب) نے کیا۔ ماہِ رمضان المبارک کی آمد سے قبل کراچی کی کسی مسجد میں مقصود بھائی، علامہ اویسی صاحب کا دورۂ تفسیر قرآن کا ۱۵ ؍ روزہ پروگرام کرواتے ہیں۔ مجھے اس میں شرکت کا موقع ملا۔ حضرت اویسی صاحب کی عمر ستر سے متجاوز ہوگی مگر ان کا حافظہ ماشاءاللہ بہت خوب ہے۔ درسِ قرآن کو جس طرح انہوں نے اسلاف کی کتابوں بطور خاص اعلیٰ حضرت کی تحقیقات سے مزین کیا وہ لائق تحسین ہے۔ ان کے بارے میں مشہور ہیکہ وہ چلتے پھرتے کاغذ اور قلم لیے رہتے ہیں اور نئی نئی کتابیں تیار کرتے رہتے ہیں۔ ابتک وہ ڈھائی ہزار کتابیں لکھ چکے ہیں اور سلسلہ جاری ہے۔ اُن سے ملاقات ہوئی۔ میرا وقت تمام ہوا اور ۸ ؍ دسمبر ۹۹ء کو میں واپس لوٹ آیا۔ ○○

تبصرۂ کتب

"برصغیر میں سلسلۂ قادریہ کے بانی سیدنا عبدالوہاب جیلانی"

مصنف: ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی

صفحات: ۳۳۴　قیمت: ۱۰۰ روپے

ناشر: شبیر برادرز، ۴۰/ اردو بازار، لاہور پاکستان

مبصر: محمد ملک الظفر سہسرامی، سہسرام، بہار

مادّیات کی طرف دوڑتی ہوئی دنیا کے لوگ سکونِ قلب کے لیے ترس کر رہ گئے ہیں۔ روس کا اشتراکی نظام دنیا کو سکون و اطمینان دینے کے دعوے کے ساتھ میدانِ عمل میں آیا۔ لیکن اس کے دعوے کے کھوکھلے پن کے لیے اب کسی تفصیلی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ روس کا حالیہ بکھراؤ ہی اس کی کھلی اور بیّن علامت ہے۔ اس عالمِ انتشار میں دنیا کو سکھ چین دینے کے لیے اسلام کے شفا خانے میں کافی موثر علاج ہے لیکن افسوس کہ اس روحانی شفا خانے کی طرف متوجہ ہونے میں اگر ایک طرف اسلام کے تعلق سے اغیار کا متعصبانہ رویہ مانع ہے تو دوسری طرف خود اس روحانی شفا خانے کے اربابِ بصیرت کی کوتاہ نظری رکاوٹ بنی رہی۔

غیر منقسم ہندوستان میں اس روحانی شفا خانے کے سلسلۂ قادریہ کے بانی حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فرزندِ دلبند حضرت سیدنا عبدالوہاب جیلانی قدس سرہٗ العزیز کا نام نامی اسم گرامی آتا ہے جو سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے اور راجستھان سے تبلیغ و اشاعتِ دین کا فریضہ انجام دینا شروع کیا۔ اس طرح مادّیات کی طرف دوڑتی لپکتی دنیا کو سکونِ قلب کی دولت دینے کے لیے قادری شفا خانے کی بنیاد رکھی۔

زیر تبصرہ کتاب "برصغیر میں سلسلۂ قادریہ کے بانی سیدنا عبدالوہاب جیلانی" ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کی شاہکار تحقیقی تصنیف ہے۔ ۱۹۹۳ء میں یو جی سی نے یونیورسٹی اور کالج کے وہ اساتذہ جن کی عمر چالیس سال سے کم تھی ان کی بہتر کارکردگی اور اعلیٰ تحقیقی کاموں کے اعتراف میں کل ہند مقابلے کے ذریعے 'نوجوان محقق کیرئیر ایوارڈ' دینے کا اعلان جاری کیا۔ اس کل ہند مقابلے میں ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کو اس ایوارڈ کا مستحق قرار دیا گیا۔ یہ محقق موصوف کے اعلیٰ تحقیقی کاموں کو شرف قبول حاصل ہونے کا کھلا اقرار و اعتراف تھا۔ یو جی سی نے محقق موصوف کو اس ایوارڈ کے ساتھ دو لاکھ روپے اور تین سال کی بالتنخواہ رخصت دی۔ اس نعمت کے حصول پر بطور اظہار تشکر اپنے اسلاف کبار کے مقدس اور بابرکت سلسلے سلسلۂ قادریہ...... آغاز و ارتقاء پر کام کرنا شروع کردیا۔ محنت، لگن اور مسلسل ریاض کے عمل سے گزرتے رہنے کے بعد محقق نے اس عنوان پر اپنی تحقیق کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر ہی سکون کا سانس لیا۔ زیر تبصرہ کتاب جلد اوّل کا نصف آخر ہے اس کتاب کی اشاعت پہلی مرتبہ ہندوستان ۱۹۹۹ء میں ہوئی۔ دوسری اشاعت ۲۰۰۰ء میں لاہور سے ہوئی اب تیسری اشاعت ۲۰۰۱ء کراچی پاکستان سے ہوئی۔ اس طرح تین سالوں میں یہ تحقیقی کتاب تین اشاعتوں سے گزر

چکی ہے۔ یقیناً محقق موصوف کی یہ فیروز بختی ہے کہ ان کی تحقیقات کو ہر طبقے سے شرف قبول ملا۔ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم اعلیٰ تحقیق کا مزاج رکھتے ہیں۔ افسانوی زبان سے گریز کرتے ہوئے سیدھے سادے انداز میں اور نپے تلے جملوں میں اپنی گفتگو کو پیش کرنے کا خوبصورت فن جانتے ہیں۔ تحقیقی فکر کے مالک ہیں اس لیے زبان و بیان میں مکمل گہرائی و گیرائی ہے۔ تحقیق وہ جوہر ہے جس کے ذریعے امیٹیشن اور مصنوعات کے انبار سے سچے موتیوں کو چن کر علیحدہ کردیا جائے۔ اور اس میں قطعی کوئی دو رائے نہیں کہ محقق کو قدرت نے اپنے خزانے سے یہ انمول جوہر خوب خوب عطا فرمایا ہے۔ اس تعلق سے آپ کی اعلیٰ تحقیقی صلاحیتوں کے اعتراف میں مولانا منشا تابش قصوری تحریر فرماتے ہیں" پاک و ہند کی تحقیق میں انہیں (ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم) ممتاز مقام حاصل ہے۔ تحقیق پر موصوف کی بڑی گہری نظر ہے۔ ان کے قلم میں گہرائی اور گیرائی کی صفتیں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔ انہیں بات کہنے اور لکھنے کا ڈھنگ ہے۔ ان کا اندازِ تحریر اور اسلوبِ تفہیم بڑا مؤثر اور پائیدار ہے۔" (شرف اوّلیت)

محقق موصوف کی اعلیٰ تحقیقی صلاحیتوں کا اعتراف اس وقت ناگزیر ہوجاتا ہے جب وہ زمانہ ماضی کے محققین کی تحقیق کو مسترد کرتے ہیں۔ چنانچہ سبط ابن جوزی نے "مرأۃ الزمان" میں اور شیخ عبدالرحمان المحض الکیلانی نے "تاریخ جامع الشیخ عبدالقادر الکیلانی" میں آپ کے مزار شریف کا بغداد کے مقبرہ حلبہ میں ہونا بیان کیا ہے نیز دارا شکوہ نے بھی اس کی تائید و تصدیق کی ہے۔ لیکن محقق موصوف نے شواہد و دستاویزات کی روشنی میں اس کی تردید کرتے ہوئے ان کے مزار اقدس کا ناگور میں ہونا ثابت کیا ہے۔ ان چالیس دستاویزات و شاہی فرامین اس سلسلے میں پیش کرکے اپنی گفتگو کو باوزن بنادیا ہے جن کا تعلق کسی نہ کسی طرح اس آستانے سے ضرور رہا ہے۔ گوکہ علمی دنیا میں کسی تحقیق کو حرف آخر کا مقام و مرتبہ نہیں دیا جاسکتا۔ لیکن جب تک ان شواہد و دستاویزات کو مسترد نہیں کیا جاتا یا ان کے مقابل دوسرے ناقابلِ تردید شواہد سامنے نہیں آتے بہر نوع اس وقت تک انہیں حرف آخر کا درجہ حاصل رہے گا۔ اربابِ تصوف کے درمیان یہ امر بھی موضوع بحث بنا رہا ہے کہ ہندوستان میں سلسلۂ قادریہ کا قیام پہلے عمل میں آیا یا سلسلۂ چشتیہ کا۔ محقق موصوف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ دونوں روحانی سلسلے ہندوستان میں ایک ساتھ آئے۔ اس سلسلے میں اربابِ تصوف کے درمیان پائی جانے والی غلط فہمیوں کے ازالے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔

اسلام نے تزکیۂ باطن اور تطہیرِ قلب پر خاصا زور صرف فرمایا ہے۔ چنانچہ مدنی تاجدار محمد رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات میں بھی روحانی عروج و ارتقا کی تعلیم ہمیں قدم قدم پر ملتی ہے۔ انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اربابِ تصوف نے بھی انسانوں کی ظاہری صفائی سے زیادہ قلبی تطہیر پر زور صرف کیا مگر بعد کے زمانوں میں خانقاہی نظام بھی دوسرے نظاموں کی طرح متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ ڈاکٹر اقبال کو یہ کہنا پڑا ۔

خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم بھی "ابتدائیہ" کے تحت اس خانقاہی نظام کے فساد پر جرأت و بے باکی کے ساتھ اظہارِ خیال فرماتے ہیں۔ "قوم کے وہ افراد جنہیں اللہ تعالیٰ نے مصلح قوم بنا کر بھیجا وہ آسائشِ دنیا میں اُلجھ گئے جن کے ہاتھوں میں قوم کی رہبری اور قیادت کی باگ ڈور تھی وہ بوالہوسی کی بنیاد پر رہزن بن گئے۔ خانقاہیں جہاں انسانوں کی اصلاح اور تربیت کرکے سماج کے لیے انہیں نفع بخش فرد بنادیا جاتا تھا آج وہاں

اسلام کے نام پر نہ جانے کیا کیا ہو رہا ہے۔" (ابتدائیہ کے تحت)

برصغیر ہند و پاک میں اسلام کی لہلہاتی فصل اور اس کی کھیتیوں کی سرسبز و شادابی میں خانقاہوں اور صوفیائے کرام کی عظیم خدمات کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ ان نفوسِ قدسیہ کے ایثار و قربانی نے غیر منقسم ہندوستان میں اسلام کی ترویج و اشاعت میں تاریخی خدمات انجام دی ہیں۔ ان حضرات نے سنتِ نبوی پر عمل پیرا ہو کر انسانوں کے قلوب کی تطہیر میں اپنی خداداد صلاحیتوں کا مظاہرہ فرمایا اور پھر دیکھتے دیکھتے بے شمار افراد نہ صرف ان کی زلف کے اسیر اور گرویدہ ہوئے بلکہ خود کو دامنِ اسلام سے وابستہ کر کے پرچم اسلام سربلند کرنے میں اپنی ساری توانائیاں صرف فرمادیں۔ ہندوستان میں چھوا چھوت اور سماجی طبقہ بندیوں نے انسانوں کو مختلف خانوں میں بانٹ رکھا تھا۔ ایسے ماحول میں جب انہیں اسلام کی آفاقی و ابدی تعلیم کا روشن منارہ نظر آیا تو وہ خود کو اس کی پاکیزہ تجلیات سے مستنیر کرنے سے نہ روک سکے۔ اس طرح ہندوستان میں خانقاہوں نے اسلام کی ترویج و اشاعت کی داغ بیل ڈالی۔ چونکہ ان بزرگوں کی تعلیمات اور ان کے کردار و عمل میں تضادات و تفاوت کا دور دور تک عمل دخل نہ تھا "لما تقولون مالا تفعلون" کی تنبیہ ان کے پیش نظر ہوتی اس لیے صالح طبیعتوں نے بغیر کسی تردد کے ان کی اصلاح کو قبول کرلیا۔ آج بھی مادّیات کی طرف دوڑتی ہوئی دنیا کے لیے ان بزرگانِ دین کی پاکیزہ تعلیمات اور ان کے اخلاق و کردار مشعلِ راہ اور منارۂ نور بن سکتے ہیں بشرطیکہ خانقاہیں اور ان مقدس خانقاہوں کے سجادگان اپنے اسلاف کبار کی روش پر چلتے ہوئے تبلیغ دین میں تن دہی کے ساتھ متوجہ ہو کر خلقِ خدا کی اصلاحِ باطن کا فریضہ انجام دیں۔ اس پہلو پر اپنے دکھ، درد کا اظہار کرتے ہوئے محقق موصوف نے بھی وابستگانِ خانقاہ کو اس ناقابل نظر انداز جہت سے پہلو تہی کرنے سے باز رہنے اور میدانِ عمل میں آکر چراغ رشد و ہدایت جلا کر اسلاف کبار کے نقشِ قدم پر چلنے کی درخواست پیش کی ہے۔ "ہماری خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات اگر تھوڑی سی توجہ سے کام لیں تو اسلام کی حقانیت اور حق و صداقت کی نشر و اشاعت کا بڑا کام وہاں سے ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اسلام ہی دین فطرت ہے۔ اور یہی ایک ایسا مذہب ہے جہاں مضطرب انسانیت کو سکون مل سکتا ہے۔ اچھی بات بہرحال اچھی ہوتی ہے۔ بلاشبہ اسلام محاسن و محامد کا جامع ہے اسلام کی انہی خوبیوں کی بنیاد پر مضطرب انسانیت سکون کی تلاش میں مدارس، مساجد اور خانقاہوں کا دروازہ کھٹکھٹائے تو کیا عجب۔" (ص ۲۱)

مادّیات نے جب انسانی شعبۂ حیات میں اپنے قدم جمانے شروع کیے تو ابتداءً اس کی خطرناکیاں محسوس نہ کی گئیں لیکن آج اس وبا نے عالمی سطح پر کس قدر نقصان پہنچایا ہے اس سے عالمی تاریخ پر گہری نظر رکھنے والے بھی بخوبی آگاہ ہیں۔ اسلامی برادری ہی نہیں پورا عالمِ انسانیت ترقی کی اس تیز رفتار دنیا میں خود کو غیر محفوظ محسوس کر رہا ہے۔ ہر طرف انتشار ہی انتشار ہے بے اطمینانی کا دور دورہ ہے اس تعلق سے مصنف "ابتدائیہ" کے تحت رقم طراز ہیں۔ "صرف فرزندانِ توحید ہی نہیں پوری عالمی برادری نہ جانے کس بے کیفی کا شکار ہے۔ دنیا کی تمام آسائشیں انہیں ضرور میسر ہیں مگر ذہنی و قلبی سکون ان کے دل و دماغ سے غارت ہے۔ سماجی ترقی کی بنیاد پر انسانوں سے انسانیت کا ناطہ بالکل ٹوٹ چکا ہے۔ عصمت پاکدامنی کی جگہ فحاشی اور عریانیت نے لے لی ہے۔ جاہ طلبی اور بوالہوسی نے انسانوں کو اندھا بنا دیا ہے۔ جن معدنیات کو اللہ تعالیٰ نے تاب و توانائی بخشنے کے لیے پیدا کیا تھا۔ انہی معدنیات سے علم و فن کی بنیاد پر صفحۂ ہستی سے انسانوں کو نیست و

نابود کرنے کا کام لیا جا رہا ہے۔ الغرض مادیت نے مخلوق کو اپنے خالق سے بیگانہ بنا رکھا ہے۔'' (ص ۲۰)

یہ کتاب انسانوں کو ذہنی آسودگی کی دولت سے مالا مال کرنے کی راہ ہموار کرنے میں موثر رول ادا کرے گی بشرطیکہ روحانیت کی راہ پر خود کو لگا دیا جائے۔ اس کتاب کو پانچ بڑے ابواب میں اس طرح تقسیم کیا گیا ہے کہ تفصیلات میں جائے بغیر قاری اپنے گوہر مقصود کو حاصل کرلے۔ کتاب خوبصورت گٹ اپ نفیس طباعت و کتابت کے ساتھ منظر عام پر آئی ہے۔ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم پوری ملت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کررہے ہیں ہمیں بجا طور پر ان کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

=......=......=......=

نام کتاب:- ڈاکٹر محمد مسعود احمد اور نثر اردو
مصنف:- ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی
ناشر:- ادارۂ مسعودیہ کراچی، پاکستان
صفحات:- ۱۱۲
قیمت:- پچیس روپے
مبصر:- ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی، شعبۂ اردو، بہار یونیورسٹی، مظفر پور (بہار)

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس کتاب میں ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے اردو کے ممتاز ادیب و دانشور ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی نثری خدمات کا جائزہ لیا ہے۔ ڈاکٹر عزیزی اہلسنّت کے ایک معروف و مایہ ناز قلمکار کا نام ہے۔ کوئی ربع صدی سے وہ مسلسل اور بے تکان لکھتے آرہے ہیں اس کے باوجود ان کا خامۂ زرنگار پُر جوش اور تازہ دم ہے۔ ان کا خاص موضوع ''رضویات'' ہے۔ اسی سے ان کی شناخت ہے۔ انہوں نے امام احمد رضا کی عبقری شخصیت اور ان کے بلند و بوقلموں کارناموں پر جتنا عمدہ لٹریچر فراہم کیا ہے، کم از کم ہندوستان کی حد تک وہ عدیم المثال ہے۔ انہوں نے خانوادۂ امام احمد رضا کی دیگر شخصیتوں پر بھی خوب خوب لکھا ہے۔ اس دودمان تبار سے ان کی قلبی محبت اور ارادت اظہر من الشمس ہے۔ الغرض رضویات کے موضوع پر ان کے قلم کی گل پاشی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

ڈاکٹر عزیزی اردو ادب اور اسلامیات دونوں کے عالم اور ادا شناس ہیں ان کا مطالعہ بڑا وسیع اور مشاہدہ عمیق ہے۔ علوم جدیدہ میں بھی ان کو درک حاصل ہے۔ وہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں، اس کا حق ادا کردیتے ہیں۔ علم و تحقیق کی دنیا میں اگرچہ کوئی بات حرف آخر کا درجہ نہیں رکھتی تاہم ان کی تحریروں کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ زیر بحث موضوع سے متعلق تمام جزئیات تک کا احاطہ کرلینے کی ہر ممکن سعی کرتے ہیں۔ چنانچہ زیر نظر کتاب بھی اس حقیقت کا ٹھوس ثبوت فراہم کرتی ہے۔ حالانکہ اس کا موضوع ''رضویات'' نہیں ہے مگر ''ماہر رضویات'' ضرور ہے۔ ڈاکٹر مسعود احمد کی شخصیت اہلسنّت کے علمی و ادبی حلقوں میں ماہر رضویات کی حیثیت سے ممتاز ہو چکی ہے۔ انہوں نے اپنی اردو اور انگریزی تحریروں کے ذریعہ امام احمد رضا کو جس طرح عالمی سطح پر روشناس کرایا ہے وہ انھیں کا حصہ ہے چنانچہ اس کتاب میں اس تعلق سے ضروری

حوالے موجود ہیں۔

اس کتاب کا آغاز ابتدائیہ سے ہوتا ہے جس میں مصنف نے یہ دکھلایا ہے کہ تقسیم ہند کے بعد اردو نثر نگاروں کی جو کھیپ سامنے آئی ہے ان میں بیشتر کسی ایک صنف مثلاً ناول، افسانہ، ڈرامہ، تنقید، صحافت، سوانح وغیرہ اصناف تک محدود رہے ہیں مگر چند قلم کار ہیں جن کا قلم ایک یا دو اصناف تک محدود نہیں بلکہ وہ شش جہات کی سیر کراتا ہے۔ ایسے ہی ادباء و مصنفین میں ڈاکٹر مسعود صاحب کا شمار ہوتا ہے۔ ان کی قلمرو میں بقول مصنف: مذہب، تصوف، اخلاق، تعلیم، تاریخ، تنقید، سوانح، سیاست، فلسفہ اور شعر و ادب بھی کچھ شامل ہیں اور کوئی ۳۶۔ ۳۷ برسوں سے وہ ان اصناف کے دامن کو گلہائے رنگا رنگ سے بھرنے میں مصروف و منہمک ہیں اور آج بھی ان کا تخلیقی شعور تموج پر ہے۔

ابتدائیہ سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے مسعود صاحب کا مختصر سوانحی خاکہ پیش کیا ہے، ان کے قلمی سفر کے آغاز سے بحث کی ہے اور ان کی تصنیفات و تالیفات سے متعارف کرایا ہے، ''ماہر رضویات'' کی حیثیت سے ان کی گرانقدر خدمات کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور اس کے بعد ان کے نگار خانۂ نثر کی سیر کرائی ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ڈاکٹر مسعود کے نثری کارناموں کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور اپنی بات کی تائید میں ڈاکٹر صاحب کے مضامین و مقالات سے وافر نمونے پیش کئے ہیں۔ کوئی بات بے ثبوت و بے دلیل نہیں لکھی ہے۔ اسی سے ان کے قلم کی ذمہ دارانہ روش کا اندازہ ہوتا ہے ساتھ ہی اس امر کی بھی شہادت ملتی ہے کہ اردو نثر کے گوناگوں محاسن کی پرکھ اور پہچان کے تعلق سے ڈاکٹر عزیزی کی مہارت اور بصیرت کتنی حیرت انگیز ہے۔ میرے علم و فہم کے مطابق اردو نثر کا کوئی صوری اور معنوی حسن ایسا نہیں جو ڈاکٹر عزیزی کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا ہو اور وہ ساری لفظی و معنوی خوبیاں بقول ڈاکٹر عزیزی مسعود صاحب کی نثری نگارشات میں اپنا جوبن دکھا رہی ہیں۔ میں صرف ایک حوالہ پر اکتفا کروں گا۔ ایک جگہ انہوں نے ڈاکٹر مسعود کی نثر میں شعریت کے مختلف نمونے پیش کئے ہیں۔ ان میں یہ اقتباس بھی شامل ہے:

''رضا بریلوی جب اپنے محبوب دل آرا کی محبت میں ڈوبتے ہیں اور اس کے حسن دل افروز کو شعروں میں ڈھالتے ہیں تو یہ محسوس ہوتا ہے جیسے دل مچل رہے ہوں، جیسے آنکھیں برس رہی ہوں، جیسے سینے پھنک رہے ہوں، جیسے چشمے ابل رہے ہوں، جیسے فوارے چل رہے ہوں، جیسے گھٹائیں چھا رہی ہوں، جیسے پھوار پڑ رہی ہو۔ جیسے مینہ برس رہا ہو، جیسے جھرنے چل رہے ہوں، جیسے دریا بہہ رہے ہوں، جیسے صبا چل رہی ہو، جیسے پھول کھل رہے ہوں، جیسے خوشبو مہک رہی ہو، جیسے تارے چمک رہے ہوں، جیسے کہکشاں دمک رہی ہو......''
(صفحہ ۶۲)

واقعی یہاں نثر نگار نے نثر میں شاعری کی ہے اور عمدہ شاعری کی ہے۔ زبان کی سلاست اور بیان کی نفاست کے ساتھ منظر نگاری کے حسین جلوے بھی ہیں اور لطیف و نادر تشبیہات کا گلستاں زار بھی ہے۔ کہیں پیچیدگی اور ابہام کا شائبہ تک نظر نہیں آتا۔ خیالات میں اک فطری بہاؤ کی کیفیت ملتی ہے جو ان کے ایک اہم نثار اور صاحب طرز ادیب ہونے کی واضح دلیل ہے۔ یہ نسبت دشوار تر ہے۔ انہیں دشواریوں سے کسی زبان کے لکھنے والوں میں صاحب طرز ادیبوں کی تعداد کم ہوتی ہے۔ طرز یا اسلوب تراوش قلم میں فنکار کی شخصیت کے رچاؤ کا نام ہے یہ رچاؤ خود نہیں پیدا ہوتا اس کیلئے منفرد وسعت نظر، فکر رسا اور پختگی مشق ضروری ہے۔ یہ تین

عناصر کسی انشاء پرداز کو یگانہ و ممتاز بنانے کا سبب بن سکتے ہیں۔ مصنف کے مطابق ڈاکٹر مسعود احمد کی شخصیت میں یہ تینوں عناصر بدرجۂ اتم موجود ہیں، اسی لئے ان کو بلا تکلف ایک صاحب طرز ادیب کہا جا سکتا ہے۔ مجھے ان کے خیال سے کامل اتفاق ہے۔ ڈاکٹر صاحب اپنے معاصر ادیبوں اور انشاء پردازوں میں اپنے طرز کی انفرادیت کی بدولت دور سے پہچان لئے جاتے ہیں اور یہ بڑی بات ہے۔

زیر نظر کتاب میں ایک جگہ ایک آیت کے ترجمہ نے میرے لئے حیرت و استعجاب کا عالم پیدا کر دیا ہے۔ صفحہ ۹۲ پر ڈاکٹر صاحب کی تحریر سے ایک اقتباس دیا گیا ہے اس میں آیت پاک "اھدنا الصراط المستقیم" کا ترجمہ "ہم کو سیدھا راستہ دکھا" چھپا ہوا ہے جبکہ ترجمۂ رضویہ کے مطابق اسے "ہم کو سیدھا راستہ چلا" ہونا چاہئے تھا۔ ڈاکٹر صاحب جیسے ماہر رضویات سے بجائے چلا، "دکھا" کی توقع نہیں کی جاتی یقیناً یہ سہو کتابت ہے جس کی اصلاح ضروری ہے۔

ڈاکٹر عزیزی نے یہ کتاب بڑی محبت اور محنت سے لکھی ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے بے پناہ عقیدت کے باوجود ان کا قلم جادۂ اعتدال سے متجاوز نہیں ہوا ہے۔ ایک فنکار نے دوسرے بڑے فن کار کی نثری خدمات کا جائزہ لینے میں جس فراخدلی کا مظاہرہ کیا ہے، اس کیلئے وہ ہم سب کی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ خود ڈاکٹر عزیزی کا اسلوب تحریر بھی بیحد شگفتہ و شاداب ہے۔ کہیں کہیں تو وہ بھی نثر میں شاعری کر بیٹھے ہیں۔ عبارت ذیل ملاحظہ ہو:.....

"اُن (ڈاکٹر مسعود احمد) کی شخصیت شاخ گل کی طرح لچکدار ہے....... یوں تو ان کا لہجہ مذھم، دل نشین اور شگفتہ ہے۔ بہتے ہوئے جھرنے کی مانند، سنکتی ہوئی بادِ نسیم کی طرح، جوت پھیلاتی ہوئی شمع فروزاں کی مانند اور چاندنی بکھرتے ہوئے ماہتاب کی طرح ...." (صفحہ ۸۱)

مجھے یقین ہے علمی و ادبی حلقوں میں اس کتاب کی پذیرائی ہوگی۔

نام کتاب : مجدد اسلام بریلوی

مصنف : علامہ نسیم بستوی

از قلم : علامہ محمد منشا تابش قصوری، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور پاکستان

ناشر : رضا اکیڈمی، لاہور پاکستان

ہدیہ : دعائے خیر

"مجدد اسلام بریلوی" علامہ نسیم بستوی مدظلہ کی وہ گراں قدر تصنیف ہے جس کے ذریعہ موصوف نے تقریباً چالیس سال قبل امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال و آثار مسلمانانِ اسلام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی اور اہل محبت و قلم کے حلقہ میں اسے خوب پذیرائی سے نوازا گیا۔

"فاضل بریلوی" پر یہ کتاب ایک مستند اور قابل اعتماد ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ جس زمانہ میں یہ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی اس وقت پاک و ہند میں اکابر علماء و مشائخ عظام کثیر تعداد میں موجود تھے۔ یہاں تک کہ خانوادۂ رضویہ سربراہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمہ کے

وجودِ مسعود سے دنیائے سنیت براہ راست فیض یاب تھی۔

"مجدد اسلام بریلوی" سے قبل صرف "حیاتِ اعلیٰ حضرت" از ملک العلماء مولانا ظفر الدین احمد بہاری رحمہ الباری، "سوانح امام احمد رضا" مولانا بدرالدین احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ، یا پھر خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کے ماہنامہ "پاسبان" کا "امام احمد رضا نمبر" ہی امام اہل سنت کی حیات مبارکہ پر موجود تھا، ان کے علاوہ اور کوئی قابل ذکر کتاب موجود نہیں تھی جس سے فاضل بریلوی کے حالات سے استفادہ کیا جاسکتا۔

البتہ پاکستان میں حضرت الحاج پیر سید محمد معصوم شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، بانی نوری کتب خانہ لاہور نے اعلیٰ حضرت کے رسائل کی اشاعت پر توجہ فرمائی اور متعدد رسائل سے ان کا تعارف ہوا۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت سید ابوالبرکات قادری رحمہ اللہ تعالیٰ ناظم اعلیٰ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور نے بھی اشاعتِ رسائل میں خوب کام کیا' اسی اثناء میں علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ نے "یادِ اعلیٰ حضرت" کے نام سے ایک خوبصورت رسالہ مرتب فرمایا نیز بہت سے رسائل کو جدید کتابت و طباعت سے آراستہ کیا، جن کے ذریعہ امام اہل سنت کی زندگی کے مختلف گوشوں کو عیاں کرنے کی طرح ڈالی، تاہم "مجددِ اسلام بریلوی" کو ہی اس سلسلہ میں اولین ماخذ قرار دیا جاسکتا ہے۔ گو اعلیٰ حضرت کی ذاتِ والا برکات پر اب تک اتنا وسیع کام ہوا اور ہو رہا ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ اس اکیلی ذات پر پاک و ہند میں چھوٹے بڑے اتنے اشاعتی ادارے قائم ہو چکے ہیں جن کا شمار کارِ دارد۔

مجلسِ رضا، لاہور کے پلیٹ فارم پر بہت ہی عمدہ اور تاریخی کام کا آغاز ہوا، پھر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کا قیام عمل میں آیا۔ "رضا اکیڈمی، لاہور" بھی میدانِ عمل میں آئی اور بہت ہی مختصر عرصہ میں رضویات پر گراں قدر لٹریچر میں اضافہ کیا۔

اگر طوفاں میں ہو کشتی تو ہوسکتی ہیں تدبیریں ☆ اگر کشتی میں طوفاں ہو تو کیا تدبیریں کام آئیں

کشتیٔ رضا کو طوفان کی زد سے بچانے کے لیے چند اہل درد و محبت آگے بڑھے جن میں ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی مظہری، علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، الحاج محمد مقبول احمد ضیائی قادری نے سنبھالا دیا اور کام رکنے نہ پایا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ ہونے لگا۔ یہ خادم بھی ان بزرگوں کے ساتھ چل رہا ہے۔ رضا مشن کے بے شمار گوشے سامنے آنے لگے، یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے "فتاویٰ رضویہ" کی جدید منصوبہ بندی کا مرحلہ ظہور پذیر ہوا۔ حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ لاہور، ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہل سنت و جماعت پاکستان، جو گوناگوں تنظیمی صلاحیتوں کا انسائیکلوپیڈیا ہیں، ان کی قیادت میں رضا فاؤنڈیشن قائم کی گئی، جس کے تحت "فتاویٰ رضویہ" قدیم پر جدید دور کے تقاضوں کے مطابق نہایت ٹھوس اور مضبوط بنیادوں پر کام کا آغاز ہوا، عربی عبارات کا ترجمہ اور حوالہ جات کی تخریج کے ساتھ فتاویٰ رضویہ کی طباعت شروع ہوئی۔ الحمدللہ اس وقت صفر المظفر ۱۴۱۹ھ/ جون ۱۹۹۸ء (قدیم پانچ جلد تیرہ جلدیں اعلیٰ معیار طباعت سے آراستہ ہوچکی ہیں جسے ہند و پاک کے علاوہ بین الاقوامی سطح پر خوب پذیرائی حاصل ہوئی۔ یہاں تک کہ جناب محمد سعید نوری ناظم اعلیٰ رضا اکیڈمی بمبئی (انڈیا) کی سرپرستی میں متعدد جلدوں کی فوٹو کاپی بھارت سے شائع ہوچکی ہے۔

"مجدد اسلام بریلوی" پاکستان میں مکتبۂ نبویہ کے تحت "اعلیٰ حضرت بریلوی" کے نام سے شائع ہوئی

جبکہ بھارت میں اپنے اصلی نام سے ہی چھپ رہی ہے تاہم عام تعارف کے لیے رضا اکیڈمی لاہور امسال ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء) امام احمد رضا کے حضور نذرانہ عقیدت ومحبت پیش کرنے کے لیے اس کی اشاعت کا فیصلہ کیا ہے، اللہ کرے ان کی یہ خدمت شرف قبولیت سے بہرہ افروز ہو۔

علامہ نسیم بستوی مدظلہ میرے ان قدیم رفقاء میں سے ہیں جن سے راقم الحروف کے غائبانہ قلمی مراسم طالب علمی کے زمانہ سے استوار چلے آرہے ہیں۔ ایک طالب علم کے ساتھ تسلسل اور باقاعدگی سے مراسلات میں دوام کوئی معمولی بات نہیں، اس کی مثال ہم خود ہیں۔ علامہ نسیم بستوی ۱۹۶۱ء میں دارالعلوم فیض الرسول، براؤں شریف میں مسند تدریس کی زینت تھے اور راقم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور (پاکستان) میں زیر تعلیم تھا، علامہ صاحب صرف ایک مدرس ہی نہیں تھے بلکہ آپ مضامین نظم ونثر لکھنے میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے، پاکیزہ فطرت شاعر ہونے کی بناء پر آپ کے رشحات قلم پاک وہند کے تقریباً تمام قابل قدر دینی رسائل وجرائد میں نمایاں طور پر شائع ہورہے تھے۔ مجھے بھی اس طرف رغبت تھی۔

حضرت علامہ مولانا الحاج محمد یعقوب حسین صاحب ضیاء القادری بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ شاعر آستانہ دہلی سے راقم اصلاح لیا کرتا تھا، مولانا الموصوف بھی ان کے تلامذہ میں شامل تھے' حضرت علیہ الرحمۃ نے مجھے حضرت نسیم بستوی سے خط وکتابت کی راہ دکھائی، پھر ربط وتعلق کا ناقابل شکست رشتہ قائم ہوگیا جو بفضلہ وکرم تعالیٰ بدستور مضبوط ہے۔ آپ کے بیسیوں خطوط میرے پاس محفوظ ہیں جو علم وعمل کی راہ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

''مجدد اسلام بریلوی'' ہی وہ پہلی کتاب ہے جس میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا حلیہ مبارک پیش کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل اس دور میں لکھے گئے میرے خط سے ملاحظہ فرمایئے گا' گو بوقت اشاعت، مصنف نے میرے تعارف کو اہمیت نہ دی' دیتے بھی کیوں؟ ایک طالب علم کا خط تھا! مگر کتاب کے تبصرہ نگار (حضرت طیش صدیقی صاحب سابق ایڈیٹر ماہنامہ استقامت کانپور) نے ماہنامہ فیض الرسول شمارہ ۶' جلد ۳' دسمبر ۱۹۶۷ء میں اپنے طویل ترین تبصرہ میں ''گرامی قدر اکابر کے مضامین کی محض نشاندہی کرتے ہوئے میرے، تاریخی خط پر یوں خراج محبت ثبت فرمایا''۔

''شروع کتاب میں ایک صاحب جناب مولانا تابش قصوری (افسوس کہ مرتب نے انہیں پوری طرح متعارف نہیں کرایا' یہ ایک فروگزاشت ہے جس کی تلافی کی جانی چاہیے'') کا ایک خط درج ہے جس کے ذریعہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کا حلیہ پیش کیا ہے۔ اس مضمون کا شریک اشاعت کیا جانا بہت ضروری تھا۔ اس نے کتاب کے وزن ووقار میں بڑا اضافہ کیا ہے۔ (فیض الرسول دسمبر ۱۹۶۷ء)

حضرت نسیم بستوی مدظلہ نے از خود اس خط کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے راقم الحروف کو اپنے مکتوب دلنواز میں تحریر فرمایا تھا۔ ''کتاب پریس میں جاچکی ہے مگر آپ کا خط وصول پاتے ہی کانپور تحریر کردیا ہے کہ فی الحال کتاب کی طباعت روک دیں کیونکہ ایک اہم خط کو کتاب کی زینت بناتا ہے، بہر حال بہت سی باتیں قابل تحریر ہیں۔ اسی پر اکتفا کرتا ہوا، دعا کرتا ہوں، مولیٰ تعالیٰ اپنے پیاروں کے صدقے ہمیں صراط مستقیم پر گامزن رکھے۔ آمین (محررہ: ۲۰ مئی ۱۹۹۸ء/ ۲۳ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ)

****

رضا نامے

○ مولانا نسیم بستوی، رضوی کتاب گھر، سکندر پور، ضلع بستی۔ یوپی

آپ کا مؤقر علمی و تحقیقی سہ ماہی رسالہ ''افکار رضا'' آپ کی قدر دانی و علماء نوازی کے تعلق سے برابر نظر افروز و باصرہ نواز ہوتا رہتا ہے۔ اور جب بھی تازہ شمارہ معیاری مضامین کے خوبصورت و دیدہ زیب گلدستہ کی شکل نگاہوں کے سامنے جلوہ کناں و نکہت فشاں ہوتا ہے۔ دل میں یہ عزم و ارادہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو اس کے بارے میں اپنے ذاتی تاثرات و خیالات سے آگاہ و باخبر کرتے ہوئے دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کروں لیکن پھر کثرتِ کار و ہجومِ مشاغل کے سبب سے اپنے عزم و ارادہ کو عملی جامہ پہنانے سے قاصر رہ جاتا ہوں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی حیات و شخصیت پر راقم السطور کی ایک کتاب ''مجدد اسلام اعلیحضرت بریلوی'' ہند و پاک میں کم و بیش ۲۵ سال سے برابر چھپ رہی ہے اور اہلسنت و جماعت کے علمی حلقوں میں بہت مشہور ہے۔ راقم السطور بھی حضور مفتیٔ اعظم نوری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دستِ حق پرست پر بیعت ہے اور بریلی کے مدارس عربیہ منظر اسلام اور مظہر اسلام میں پانچ سال تک تعلیم حاصل کر چکا ہے۔ اس کے بعد دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ (یوپی) میں بھی مسلسل پانچ سال تک درس لیکر دارالعلوم شاہ عالم، احمد آباد حدیث شریف کا دور پورا کر کے سندِ تکمیل و دستار فراغت حاصل کی ہے۔

۲۰۰۱ء اخبارات و رسائل وغیرہ کے ذریعہ آپ کو بھی یہ اندوہناک خبر ضرور ملی ہوگی کہ ۲۴؍ اگست ۲۰۰۱ء شب جمعہ میں فقیہ ملت حضرت علامہ الحاج جلال الدین صاحب امجدی بستوی بھی اپنے وطن مالوف اوجھا گنج، بستی (یوپی) میں اچانک داغ مفارقت دے گئے۔ (انا للہ تعالیٰ وانا الیہ راجعون) ان کی نماز جنازہ میں اپنے لڑکے مولانا حافظ کلیم بستوی کو ساتھ لیکر میں بھی شریک ہوا تھا۔ میرے ادارہ کے علاوہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ، دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول براؤں شریف، الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد و دیگر مدارس عربیہ کے علماء و طلبہ پہونچ گئے تھے ان کے علاوہ حضرت مفتی صاحب کے محبین، معتقدین اور احباب و اعزہ بھاری تعداد میں موجود تھے۔

حضرت مفتی صاحب کو دارالعلوم براؤں شریف کے زمانۂ تدریس سے عشق کی حد تک فقہی احکام و مسائل اور فتویٰ نویسی سے دلی لگاؤ تھا اس پر مزید حضرت شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمۃ اور بدر ملت حضرت علامہ بدرالدین صاحب صدیقی قادری رضوی کی مشفقانہ و ہمدردانہ رہنمائی نے سونے پر سہاگے کا کام کیا جس کی بدولت وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے۔ اسی شوق کی بنیاد پر آپ نے اپنے وطن کے مدرسہ ارشد العلوم میں ''مرکز تربیت افتاء'' قائم کیا اور زندگی کی آخری گھڑیوں تک اس کے عروج و فروغ کیلئے شب و روز کوشاں رہے۔ رب کریم ان کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پس ماندگان خصوصاً صاحب زادگان مولانا حافظ اعجاز احمد صاحب نوری، مولانا انوار احمد صاحب، مولانا مفتی ابرار احمد صاحب قادری وغیرہم کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق بخشے نیز مفتی صاحب کی یادگار ''مرکز تربیت افتاء'' کو باقی رکھنے اور اور ترقی دینے کا عزم و حوصلہ بخشے۔ آمین

آخر میں دعا ہے کہ۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے غنچۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

○ اسرار احمد معرفت مختار حسین، ہزاری باغ، جھارکھنڈ

میں ایک ٹیکنیکل لائن کا اسٹوڈنٹ ہوں اور میں نے جب افکار رضا کا مطالعہ کیا تو اس سے بہت متاثر ہوا اور بیحد خوشی ہوئی کہ ہماری جماعت میں بھی ایسے دل و جان سے محنت کرنے والے لوگ موجود ہیں جو دینِ حق اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کو لوگوں تک پہونچانے میں لگے ہوئے ہیں۔ میرے اندر بھی ایک جذبہ ہے اور حوصلہ ہے کہ میں زیادہ سے زیادہ اعلیٰ حضرت کی باتوں کو لوگوں تک پہونچاؤں اور میں اللہ کے کرم سے اپنے لحاظ سے کر بھی رہا ہوں۔ میرے ساتھ لاج (Lodge) میں بارہ تیرہ لڑکے رہتے ہیں جس میں سے کچھ انجینئرنگ کر رہے ہیں اور کچھ کمپیوٹر کا کورس کر رہے ہیں۔ اس میں سے کچھ اپنے آپ کو سنی بھی کہتے تھے اور کچھ جماعت اسلامی اور دیگر فرقے کے تھے۔ ان کے سامنے جب میں نے شروع شروع میں اعلیٰ حضرت کا نام لیا تو وہ سب بھڑک گئے اور کہنے لگے وہ تو صرف مسلمانوں میں دشمنی پیدا کئے ہیں اور نئی نئی چیزیں ایجاد کئے ہیں اور ایک میرے کلاس کا لڑکا جو تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتا تھا اس نے تو امام احمد رضا خاں صاحب کو قادیانی تک کہہ دیا۔ انھیں بس اتنا ہی معلوم تھا اور نہ وہ لوگ جاننے کی کوشش کی اور نہ انھیں جاننے دیا گیا۔ میں سمجھ گیا کہ ان کے دل و دماغ پر صرف اعلیٰ حضرت کے نام کا کینہ بھر دیا گیا ہے اور یہ لوگ ان نام نہاد سنیوں جو اندر سے پکے دیوبندی ہیں کے چکر میں آ کر غلط فہمی کے شکار ہیں اس کے بعد میں نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی دینی خدمات کے بارے میں انھیں بتانا شروع کیا اور انھیں اعلیٰ حضرت کے نظریات کی سچی بات اُن کے سامنے رکھا اور ان نام نہاد سنّی اور اس پیاری شخصیت پر کیچڑ اچھالنے والوں کے جرم کو ان لوگوں کے سامنے رکھنا شروع کیا تو یہ سب دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ان لوگوں کی آنکھیں کھلنی شروع ہوئیں۔ اور میں نے انھیں کتابیں لا کر دینی شروع کیں جس سے وہ بہت متاثر ہوئے اور اللہ کے کرم سے اب وہ اعلیٰ حضرت کی شخصیت کے بارے میں بہت کچھ جان چکے ہیں اور حق و باطل کی پہچان بھی ہوگئی۔ اور ایک دوست فضیل احمد خان اتنا زیادہ متاثر ہوئے کہ وہ حضرت ازہری میاں کے ہاتھوں بیعت ہوگئے اور اپنے آپ بریلوی کہنے پر فخر محسوس کرتے ہیں، اور کئی لوگوں نے بیعت ہونے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ میرے کچھ دوست مولانا آزاد انجینئرنگ کالج پٹنہ میں زیر تعلیم ہیں۔ اور میں پٹنہ کے پھلواری شریف میں امارت شرعیہ کے ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ میں زیر تعلیم ہوں اور یہ جگہ ندویوں اور دیوبندیوں کا گڑھ ہے اور انھیں لوگوں کے ماتحت میں چلتا ہے۔ اور کئی مرتبہ دینیات کی کلاس میں یہاں کے مفتی سے جھڑپ بھی ہوچکی ہے جب میں نے ان سے کچھ سوالات کئے تو اس کا جواب ان سے نہ بن سکا اور انھوں نے یہ کہہ دیا کہ میں کلاس لینے آیا ہوں مناظرہ کرنے نہیں آیا۔ اور یہ لوگ دینیات کی کلاس اس لیے چلاتے ہیں تاکہ بھولے بھالے سنیوں کو بدعقیدہ بنا دیا جائے۔ میں تو بہت زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہوں لیکن آپ جیسے لوگوں کی محنتوں اور مشقتوں کا نتیجہ ہے کہ کچھ کتابیں پڑھ کر اپنے مسلک کا دفاع کر لیتا ہوں اور خاص طور پر میرے ابو جان کا کرم اور ان کی ہدایتوں کا نتیجہ ہے کہ بدعقیدوں کی بھیڑ میں جا کر بھی اپنے مسلک کو بچائے رکھا اور بہت دلیری سے مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچار کیا۔

میری آپ سے گزارش ہے اگر ہوسکے تو افکار رضا مجھے اس پتے پر روانہ کردیں یا کوئی اور راستہ بتائیں تاکہ یہ رسالہ حاصل کرسکوں۔ ...... میں نے ٹوٹے پھوٹے انداز میں جو کچھ بھی لکھا ہے اگر اس میں کوئی غلطی ہوئی ہو تو معاف کریں گے اور دعا کریں گے کہ مجھے اچھا جاب (نوکری) ملے تاکہ میں زیادہ سے زیادہ اپنے مسلک اپنے دین کی خدمت کرسکوں۔ اور نیک مشوروں سے نوازیں تاکہ میرا حوصلہ نہ ٹوٹنے پائے۔

مشرقی ہند کی ممتاز ترین درسگاہ فیض العلوم جمشید پور کا جشن پچاس سالہ (گولڈن جبلی)

یہ اطلاع دیتے ہوئے بے پناہ مسرت محسوس ہو رہی ہے کہ معروف دینی تعلیمی ادارہ مدرسہ فیض العلوم جمشیدہ پور نے رب قدیر جل وعلیٰ کی بے کراں رحمتوں اور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ التسلیم کی بے پایاں عنایتوں کے طفیل اپنی زندگی کی پچاس بہاریں مکمل کر چکا ہے۔

مدرسہ فیض العلوم جمشید پور مشرقی ہندوستان کی ایک ممتاز ترین درسگاہ ہے، جسے رئیس التحریر، مناظر اسلام، بانی مدارس کثیرہ حضرت علامہ ارشد قادری دامت برکاتہم العالیہ نے آج سے تقریباً ۵۰ سال پہلے قائم فرمایا تھا۔ یہی وہ سرزمین ہے، جسے علامہ موصوف نے ۱۹۴۴ء میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے حضور حافظ ملت کے ہاتھوں سند دستار فضیلت حاصل کرنے کے بعد اپنی متحرک صلاحیتوں اور قابلیتوں کے اظہار وتعبیر کے لئے منتخب فرمایا تھا اور پھر اس کی سوندھی سوندھی خوشبوان کے رگ وریشے میں اس طرح رچی بسی کہ یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ آج علامہ موصوف اپنے وطن مالوف کے بجائے بین الاقوامی سطح پر جمشید پور کے حوالے سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی زبان فیض ترجمان سے بارہا اس سرزمین سے اپنے والہانہ لگاؤ کا اظہار کیا ہے۔ علامہ موصوف کی طویل المعیاد تعمیری، تربیتی، فکری، ادبی، قلمی، دعوتی، سیاسی، تنظیمی اور تحریکی سرگرمیوں کے لئے جمشید پور کو ہیڈکوارٹر قرار دینا بیجا نہ ہوگا۔ مشرقی ہندوستان کے چپے چپے میں علامہ موصوف کی عظیم خدمات کے ہزاروں لافانی نقوش آج بھی ثبت ہیں۔

اور جہاں تک علامہ ارشد القادری دامت برکاتہم العالیہ کا تعلق ہے، تو ان کی ہمہ جہتی اور تنوع بے مثال ہے۔ علامہ ارشد القادری بین الاقوامی شہرت کی حامل ایک عظیم علمی، ادبی، فکری، سیاسی اور روحانی شخصیت کا نام ہے، جس کے تاریخ ساز کارناموں کا سلسلۂ ذہب نصف صدی کے طویل عرصے پر محیط ہے۔

☆ ارشد القادری: فکر وقلم اور شعور وادراک کا عظیم سورما جس نے زلزلہ اور زیروزبر جیسی معرکۃ الآراء اور دندان شکن کتاب لکھ کر باطل قوتوں کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔

☆ ارشد القادری: عربی زبان وادب اور اسلامی علوم وفنون کا کوہ ہمالہ جس نے سرزمین دہلی میں بین الاقوامی زبانوں میں داعیانِ اسلام کی تعلیم وتربیت کے لئے جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء جیسی عالمی شہرت یافتہ دانشگاہ قائم کر کے ملت اسلامیہ کے کلاہ افتخار میں چار چاند لگا دئے۔

☆ ارشد القادری: درس تدریس اور تعلیم وتربیت کا بے تاج بادشاہ جس نے ملک و بیرونِ ملک انگلینڈ، افریقہ اور پاکستان و نیپال میں درجنوں دینی مدارس اور عربی جامعات قائم کر کے نونہال اسلام کے ایمان و عقیدہ کے تحفظ کی ضمانت فراہم کی۔

☆ ارشد القادری: میدان دعوت وتبلیغ اور مناظرہ ومحاضرہ کا بطلِ جلیل جس نے نصف صدی کے عرصہ میں درجنوں مناظرے کر کے اسلام دشمن قوتوں کا قلع قمع کر دیا۔

☆ ارشدالقادری: تنظیم وتدبیر اور فکر و نظر کا درّ نایاب جس نے ملک و بیرونِ ملک انگلینڈ، امریکہ، افریقہ اور پاکستان و نیپال میں درجنوں سنی تنظیمی ادارے اور تحریکیں قائم کر کے اہل سنت و الجماعت کو جینے کا نیا سلیقہ عطا کیا۔

☆ ارشدالقادری: استاذ العلماء جلالۃ العلم، حضور حافظ ملت، شاہ عبدالعزیز محدث مبارکپور، بانی الجامعۃ الاشرفیہ کے شاگرد رشیدان کی خلوت، جلوت کا ہم نشیں جس نے الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر میں اپنی بے مثال قربانیوں اور جدوجہد سے اپنے مرشد و مربی کا دل جیت لیا۔

اس ادارہ نے نصف صدی کے طویل عرصہ میں ملک وقوم کو جید اور قابل ترین افراد عطا کئے جو اس وقت علم وفن کے آسمان پر آفتاب ومہتاب کی طرح جگمگا رہے ہیں۔ مدرسہ کے ابناء قدیم کی تعداد اس وقت سات ہزار سے تجاوز کر چکی ہے۔ اب یہ ادارہ اس قابل ہو چکا ہے کہ ملک وملت اس کی عظیم خدمات کے پیش نظر اسے اعزاز سے نوازیں۔

اس مبارک ومسعود موقع پر اراکین ادارہ اور عمائدین ملت نے پچاس سالہ جشن گولڈن جبلی پورے تزک واحتشام کے ساتھ منانے کا فیصلہ کیا جس میں درج ذیل پروقار، روح پرور اور رنگا رنگ تقریبات کا انعقاد عمل میں آرہا ہے۔

۱- سیمینار جس میں مدرسہ فیض العلوم کی پچاس سالہ تعلیمی و تربیتی اور دینی اصلاحی خدمات اور رئیس التحریر علامہ ارشدالقادری کے تنظیمی وقلمی، دعوتی وتبلیغی خدمات پر ارباب فکرو دانش اور معروف محققین واسکالر کے تحقیقی مقالے پیش کئے جائیں گے۔

۲- کل ہند مقابلۂ نعت خوانی، کل ہند مقابلۂ قرأت، کل ہند مقابلہ تقریر (سنی دینی مدارس و جامعات کے ہونہار طلبہ کا شاندار مقابلہ جاتی مظاہرہ)

۳- جشن دستار بندی: مدرسہ فیض العلوم سے فارغ ہونے والے علماء حفاظ اور قرا کرام کی رسم دستار بندی ادا کی جائے گی نیز سیمینار میں پڑھے جانے والے مقالوں کو پیشگی حاصل کر کے سوئیز کی شکل میں شائع کیا جائے گا جس کا اجراء اسی اجلاس میں عمل میں آئے گا۔

۴- تقاریر علماء کرام جس میں ملک و بیرون ملک کی اہم علمی و روحانی شخصیتیں اپنے نورانی وقیع بیانات سے سامعین کو سرفراز کریں گی۔

جشن پچاس سالہ کا پروگرام سہ روزہ ہوگا، تاریخ کا انتظار کیجیے۔

رابطہ کا پتہ:

خوشتر نورانی علیگ، ڈائرکٹر جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء
اسٹریٹ نمبر ۹۹ ذاکر نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۹۵
Ph. : (011) 6924741, 6328316 (R) 2443516 (Mobile)
9811082244

سیرت وشخصیت

(۱) علامہ ارشد القادری کے خاندانی حالات
(۲) علامہ ارشد القادری کا دور تعلیم تربیت
(۳) علامہ ارشد القادری کے اساتذہ ومشائخ
(۴) علامہ ارشد القادری کے اخلاقی محاسن
(۵) علامہ ارشد القادری کا ذوق مطالعہ وکتب داری
(۶) علامہ ارشد القادری اور افراد سازی
(۷) علامہ ارشد القادری حافظِ ملت کے تلمیذ رشید
(۸) علامہ ارشد القادری ارباب علم ودانش کی نظر میں
(۹) علامہ ارشد القادری اساتذہ واکابرین کی نظر میں
(۱۰) علامہ ارشد القادری کے اکابرین ومشائخ سے روابط
(۱۱) علامہ ارشد القادری اغیار کی نظر میں
(۱۲) علامہ ارشد القادری کے تلامذہ ومعتقدین
(۱۳) علامہ ارشد القادری کی کہانی اخبارات ورسائل کی زبانی

دعوتی خدمات

(۱) علامہ ارشد القادری کا انداز خطابت
(۲) علامہ ارشد القادری بحیثیت مناظر اہل سنت
(۳) علامہ ارشد القادری کے دعوتی اسفار
(۴) علامہ ارشد القادری اور اصلاح معاشرہ
(۵) علامہ ارشد القادری اور رد بدعات ومنکرات
(۶) علامہ ارشد القادری اور ردِفرقۂ باطلہ
(۷) علامہ ارشد القادری اور تحفظ ناموس الوہیت ورسالت
(۸) علامہ ارشد القادری بحیثیت ترجمان مسلک اہلسنت
(۹) علامہ ارشد القادری فاتح یورپ والیشیا

ادبی خدمات

(۱) علامہ ارشد القادری کی اردو نثر نگاری
(۲) علامہ ارشد القادری کی نعتیہ شاعری
(۳) علامہ ارشد القادری کا تنقیدی شعور
(۴) علامہ ارشد القادری کا اسلوب نگارش
(۵) علامہ ارشد القادری کے ادبی وشخصی مراجع
(۶) علامہ ارشد القادری بحیثیت مقدمہ نگار
(۷) علامہ ارشد القادری کے مکتوبات

تصنیفی خدمات

(۱) علامہ ارشد القادری اپنی تصنیفات کے آئینے میں
(۲) علامہ ارشد القادری "زلزلہ" کے آئینے میں
(۳) علامہ ارشد القادری "تبلیغی جماعت" کے آئینے میں
(۴) علامہ ارشد القادری "جماعت اسلامی" کے آئینے میں
(۵) علامہ ارشد القادری "لالہ زار" کے آئینے میں
(۶) "زلزلہ" اور اس کے عالمگیر اثرات
(۷) "زیروزبر" پس دیوار زنداں کی تحریر
(۸) "زیروزبر" ایک جدید تنقیدی تصور

صحافتی خدمات

(۱) جام نور" مذہبی صحافت کا ایک روشن باب
(۲) جام کوثر" فکر اسلامی کا بیباک ترجمان
(۳) ملی ارتقاء میں "شان ملت" کا تاریخی کردار
(۴) "رفاقت" صالح اسلامی قدروں کی نمائندہ تحریک
(۵) علامہ ارشد القادری کے "انقلابی اداریے"
(۶) علامہ ارشد القادری بحیثیت صحافی

تنظیمی خدمات

(۱) علامہ ارشد القادری اور تحریک جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی
(۲) علامہ ارشد القادری کی منصوبہ سازی
(۳) علامہ ارشد القادری اور تحریک اشرفیہ
(۴) علامہ ارشد القادری کے عالمی روابط
(۵) علامہ ارشد القادری اور تسخیر دہلی
(۶) علامہ ارشد القادری بانی تحریک دعوت اسلامی
(۷) علامہ ارشد القادری اور ورلڈ اسلامک مشن (لندن)
(۸) علامہ ارشد القادری اور مسلم پرسنل لاء کانفرنس
(۹) علامہ ارشد القادری اور کل ہند متحدہ محاذ
(۱۰) علامہ ارشد القادری بانی ادارہ شرعیہ پٹنہ
(۱۱) علامہ ارشد القادری اور الانصار ٹرسٹ بنارس
(۱۲) علامہ ارشد القادری اور شرعی بورڈ، مبارکپور

(۱۳) علامہ ارشد القادری بانی بہار صوبائی سنی کانفرنس، سیوان
(۱۴) علامہ ارشد القادری بانی کل ہند سنی اوقاف کانفرنس، دہلی
(۱۵) علامہ ارشد القادری بانی کل ہند مسلم پرسنل لاء کانفرنس، سیوان
(۱۶) علامہ ارشد القادری کل ہند سنی کانفرنس، دہلی
(۱۷) علامہ ارشد القادری کی قومی اور بین الاقوامی کانفرنسوں میں مرکزی نمائندگی
(۱۸) علامہ ارشد القادری بانی کشمیر کانفرنس جمشید پور
(۱۹) علامہ ارشد القادری اور تحریک جامعہ کے رفاہی کارنامے

تعمیری خدمات

(۱) علامہ ارشد القادری اور تعمیر مساجد
(۲) علامہ ارشد القادری اور تعمیر مدارس

سیاسی خدمات

(۱) علامہ ارشد القادری اور مسئلہ کشمیر
(۲) علامہ ارشد القادری اور تحفظ بقائے مسلم
(۳) علامہ ارشد القادری اور تحفظ مدارس واوقاف
(۴) علامہ ارشد القادری اور مسلم پرسنل لاء
(۵) علامہ ارشد القادری اور ایمرجنسی ونسبندی
(۶) علامہ ارشد القادری اور بابری مسجد
(۷) علامہ ارشد القادری کے سیاسی رہنماؤں سے روابط
(۸) علامہ ارشد القادری قید وبند کی صعوبتیں

علمی مقام

(۱) علامہ ارشد القادری کی درس نظامیہ پر دسترس
(۲) علامہ ارشد القادری کا فن تفسیر میں مقام
(۳) علامہ ارشد القادری کا فن حدیث میں مقام
(۴) علامہ ارشد القادری کا فقہ اسلامی میں مقام
(۵) علامہ ارشد القادری اور عربی زبان وادب
(۶) اردو زبان و ادب کے فروغ وارتقا میں علامہ ارشد القادری کا تاریخی کردار

روحانی مقام

(۱) علامہ ارشد القادری کا سلسلۂ بیعت وارادت
(۲) علامہ ارشد القادری کے خانقاہوں سے روابط
(۳) علامہ ارشد القادری کی فاضل بریلوی سے فکری و روحانی وابستگی
(۴) علامہ ارشد القادری اور زیارت حرمین طیبین
(۵) علامہ ارشد القادری کا تصور عشق رسالت
(۶) علامہ ارشد القادری اور محبوب الٰہی کا روحانی مشن
(۷) علامہ ارشد القادری کی بزرگان دین سے والہانہ عقیدت

ہوتا ہے جادہ و پیماپھر کارواں ہمارا

(۱) علامہ ارشد القادری فاتح صوبۂ بہار
(۲) علامہ ارشد القادری اور تحریک فیض العلوم
(۳) فیض العلوم کی مختصر تاریخ
(۴) فیض العلوم علامہ ارشد القادری کی دینی وعلمی سرگرمیوں کا نقطۂ آغاز
(۵) فیض العلوم کا تعلیمی نظام
(۶) فیض العلوم کے اساتذہ (موجودین وسابقین)
(۷) فیض العلوم کی تعلیمی شاخیں
(۸) فیض العلوم کے شعبہ جات
(۹) فیض العلوم کی اصلاحی ودعوتی خدمات
(۱۰) فیض العلوم کے ابنائے قدیم
(۱۱) فیض العلوم کی قومی وملی خدمات
(۱۲) فیض العلوم علماء اور دانشوروں کی نظر میں

نوٹ: قلم کار حضرات سے درخواست ہے کہ مندرجہ بالا عناوین پر ''افکار رضا'' کو بھی مضامین بھیج سکتے ہیں۔ **(ادارہ)**

امام احمد رضا کے ۱۵۰/ سالہ یومِ ولادت پر رضا اکیڈمی کا خراجِ عقیدت

رضا اکیڈمی ممبئی گزشتہ ۲۰ سالوں سے امام احمد رضا کے افکار ونظریات کی ترجمانی کررہی ہے۔ الحمدللہ اب تک، رضا اکیڈمی نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اس سے مسلمانانِ ہند کا سر فخر سے بلند ہوگیا ہے۔ ہندوستان میں رضا اکیڈمی کی علاوہ دور دور تک کوئی ایسی تنظیم یا ادارہ نظر نہیں آتا جس نے امام احمد رضا کے مسلک کو فروغ دینے کیلئے مذہبی، سیاسی، سماجی، تعلیمی غرض کہ ہر میدان میں نمایاں کام کیا ہے۔ آج اپنوں کیا غیروں کی زبان پر بھی رضا اکیڈمی کا نام بار بار آتا ہے تو اسلئے کہ اس کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

امام احمد رضا کے نام اور کام کو ہمیشہ میڈیا اور عام لوگوں میں لانے کیلئے رضا اکیڈمی کے بانی جناب سعید نوری صاحب ہمیشہ نت نئی تراکیب سوچتے رہتے ہیں حالانکہ بعض اوقات وہ تنقید کا نشانہ بھی بنتے ہیں مگر مجموعی طور پر وہ لائق مبارک باد ہی رہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کا نام اونچا تو ہورہا ہے۔ امسال ۱۴۲۲ھ میں امام احمد رضا کی ولادت کو ۱۵۰ سال پورے ہونے پر رضا اکیڈمی نے ماہِ شوال میں ڈیڑھ سو سالہ جشنِ یوم ولادت منانے کیلئے بَرّی، بحری اور ہوائی جشنِ رضا کا انعقاد کیا۔ ۱۰/ شوال المکرم ۱۴۲۲/ ۲۵/ دسمبر ۲۰۰۱ء بروز منگل ممبئی کی سنی بڑی مسجد (مدنپورہ) میں بَرّی جشنِ رضا منایا گیا۔ جس میں ممبئی کے علاوہ ہندوستان کے دیگر شہروں سے تشریف لائے علماء نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ حضرت مثنیٰ میاں کی صدارت میں مختلف علماء نے اعلیٰ حضرت کی سیرت وسوانح پر مغز تقاریر کیں۔ اخیر میں زیارتِ تبرکاتِ خانوادۂ رضویہ کے بعد جشن کا اختتام ہوا۔

۲۷/ دسمبر ۲۰۰۱ء شب ۱۰/ بجے بحری پروگرام ممبئی گیٹ وے آف انڈیا سے شروع ہوا۔ ایک بڑی کشتی میں عاشقانِ رضا سمندر کے بیچوں بیچ حمدِ خدا ونعتِ مصطفیٰ گنگنا رہے تھے۔ کثیر تعداد میں آئے علماء کرام میں سے چند علماء نے اپنے خطاباتِ نایاب سے بھی نوازا۔ مخصوص مقرروں میں حضرت علامہ قمر الزماں خان اعظمی (جنرل سیکریٹری۔ ورلڈ اسلامک مشن) اور مولانا عبیداللہ خان اعظمی (ممبر آف پارلیمنٹ) نے شرکاء کے قلوب کو مسلکِ اعلیٰ حضرت پر راسخ کرنے کیلئے عمدہ تقریریں کی۔ بعدہٗ لنگر کا بھی اہتمام کیا گیا اور نذرانۂ صلوٰۃ وسلام کے ساتھ اس بحری جشنِ رضا کا اختتام ہوا۔

آزاد ہندوستان کی فضاؤں میں تاریخ ساز جشنِ رضا

۱۳/ جنوری ۲۰۰۱ء بروز اتوار۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے حضورﷺ کی شان مبارکہ میں فرمایا تھا کہ عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے۔ اعلیٰ حضرت کے اس شعر کے مطابق زمین وآسمان میں ہر جگہ حضور اکرمﷺ کا ذکر مبارک ہورہا ہے اور رضا اکیڈمی نے اعلیٰ حضرت کے ۱۵۰/ ویں یوم ولادت "یوم رضا" کو ہوا پانی اور زمین پر منا کر حضورﷺ کا ذکر مبارک کیا اسی ذکر مبارک کے صدقے میں اعلیٰ حضرت کا چرچا بھی ہوا، پانی اور زمین پر ہورہا ہے۔ اس موقع پر دنیا بھر کے سنی مسلمانوں کی جانب سے ہم رضا اکیڈمی اور اس کے بانی الحاج سعید نوری صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ ہم نے گذشتہ ہفتہ بحری جہاز میں اور آج ہوائی جہاز میں اعلیٰ حضرت کا ۱۵۰ واں یوم ولادت منا رہے ہیں۔ اس طرح کا اظہار خیال ۱۳ جنوری کو علماء نے ہوائی جہاز میں کیا۔

اس ہوائی جشنِ رضا میں شرکت کیلئے صبح ۱۰ بجے لوگ مینارہ مسجد کے پاس جمع ہوئے۔ ٹھیک گیارہ بجے

درجنوں کاروں بسوں اور سیکڑوں ٹوویلرس کے ذریعے یہ کاروانِ رضا سانتا کروز ایئرپورٹ کیلئے روانہ ہوا۔ اس موقعہ پر راستے میں پولس کا خصوصی بندوبست نظر آیا۔۔۔۔۔اس جشن رضا کی خاص بات یہ بھی رہی کہ اعلیٰ حضرت کا وصال مبارک ۱۹۲۱ء میں دوبج کر ۳۸ منٹ پر ہوا اور اسی مناسبت سے اس ہوائی جہاز کو کپتان مسٹر گاڈگل اور کیبن انچارج مسٹر جیری وائڈ نے ٹھیک دو بج کر اڑتیس منٹ پر ٹیک آف کیا۔ زمین سے دس ہزار فیٹ کی بلندی پر پہنچ کر قاری وصی اللہ صاحب نے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ محمد صادق رضوی اور محمد رفیق منا بھائی وغیرہ نے اعلیٰ حضرت کے شہزادے حضور مفتیٔ اعظم ہند رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا نعتیہ کلام دلنشین انداز میں پیش کیا۔ اس موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے مولانا مقصود علی خان نے فرمایا کہ آج نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا بھر میں اعلیٰ حضرت کا ۱۵۰/ر واں یوم ولادت شان وشوکت سے منایا جارہا ہے لیکن رضا اکیڈمی نے ممبئی کی سرزمین پر پانی اور ہوا میں یہ جشن منا کر ایک نئی تاریخ مرتب کی ہے ہندوستان کی تاریخ میں آج تک کسی بھی شخصیت کا یوم ولادت اس انداز سے ہوا میں نہیں منایا گیا۔ جو لوگ اس میں شامل ہیں وہ اس کی لذتوں کو برسوں یاد رکھیں گے اور جو لوگ اس میں شریک نہیں ہوسکے وہ اسے رضا اکیڈمی کے کارناموں کی تاریخ میں ضرور پڑھیں گے۔

مولانا عبدالرزاق جبلپوری صاحب نے اس موقع پر فرمایا کہ کائنات کے ذرّے ذرّے میں جس طرح حضور اکرم ﷺ کا ذکر مبارک ہورہا ہے یہ اسی کا صدقہ ہے کہ آج اعلیٰ حضرت کا یوم ولادت بھی ہم اپنے طور پر ہوا پانی اور زمین پر منارہے ہیں۔ مولانا عبدالستار ہمدانی صاحب نے اپنی تقریر کے دوران کہا کہ اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ وغیرہ تین سو تصانیف میں کل تین ہزار چھ سو ترسٹھ احادیث مبارکہ نقل فرمائی ہیں جن کو فتاویٰ رضویہ وغیرہ سے اخذ کرکے بریلی شریف کے عالم دین مفتی محمد حنیف صاحب رضوی نے کتاب کی شکل میں ترتیب دیا اور جسے مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر نے شائع کیا ہے آج کی اس مجلس میں ہوائی جہاز کے اندر اس کتاب کا اجراء بھی عمل میں آیا ہے۔ زمین سے دس ہزار فٹ کی بلندی پر "جامع الاحادیث" نامی حدیث کی کتاب کا اجراء بھی ہوا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ آج میری تحقیق کے مطابق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کو ۲۱۵ علوم پر مہارت حاصل تھی۔ جسے میں نے اعلیٰ حضرت کی سینکڑوں کتابوں سے اخذ کرکے حوالے کے ساتھ ترتیب دیا ہے اور جسے جلد ہی کتابی صورت میں بھی پیش کیا جائیگا۔

مولانا مقصود علی خان صاحب نے فرمایا کہ خواجہ غریب نواز نے اس ہندوستان میں اسلام کی روشنی پھیلائی اور اعلیٰ حضرت نے اسی ہندوستان میں لاکھوں مسلمانوں کو کافر ہونے سے بچایا اور اسلام کا سیدھا راستہ دکھایا اس طرح خواجہ غریب نواز اور اعلیٰ حضرت کا بڑا گہرا ربط ہے۔ تقریباً ایک گھنٹہ چلنے والے اس پروگرام کیلئے ہوائی جہاز نے ممبئی سے پونہ تک اڑان بھری اور واپس ممبئی میں سانتا کروز ایئرپورٹ پر لینڈنگ کیا۔

آخر میں بانی وسکریٹری رضا اکیڈمی محمد سعید نوری صاحب نے کہا کہ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے رضا اکیڈمی نے ہوائی جہاز، بحری جہاز اور زمین پر جو پروگرام عمل میں لایا ہے وہ بزرگانِ دین کا صدقہ وفیضان ہے۔ اس موقع پر ممبئی کے معززین کی کثیر تعداد موجود رہی۔ علماء کرام میں مولانا ابوالحسن حقانی، مولانا امان اللہ رضوی، مولانا عبدالرزاق جبلپوری، الحاج مفتی رفیق صاحب، مولانا محمد حنیف صاحب (بریلی شریف)، صاحبزادہ مولانا انوار قادری (دہلی)، مالیگاؤں سے ڈاکٹر رئیس احمد رضوی، رضوی سلیم شہزاد، عقیل رضوی، محمد یوسف رضوی، محمد ابراہیم رضوی، محمد شریف رضوی کے علاوہ دیگر احباب موجود رہے اور پروگرام کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ سلام اور شجرہ خوانی کے ساتھ مولانا سید محمد ثنی میاں نے دعا کی۔ شرکائے جشن رضا کیلئے رضا اکیڈمی نے ہوٹل سینٹور میں ضیافت کا اہتمام بھی کیا۔ OOOO

R.N.I. REGISTRATION NO. : 71248/99

تحریکِ فکرِ رضا

ہمارے مقاصد:

☆ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار و نظریات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا۔

☆ علماءِ اہلِ سنّت و جماعت کی رہنمائی میں مفکرین اور محققین کی ایک ٹیم کا فکرِ رضا کی ترویج و اشاعت میں دن رات کوشاں رہنا۔

☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔

☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو ملک کی مختلف اور بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرانا۔

☆ اربابِ فکر و دانش کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی طرف متوجہ کرنا۔

☆ ہر اُٹھتے ہوئے سوالوں کا امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔

فکرِ رضا کو عام کرنے کے لیے آپ ہمارا تعاون کیجئے۔

آپ کا تعاون جہاد بالقلم میں ہمارا مدد گار ہوگا۔

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

RAZA GRAPHICS - 3439863